ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

9

ستمبر 2003ء
رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

آزادی کے بعد بھی آزاد نہیں
گوانٹانامو بے سے رہا ہونے والے
قیدی شاہ محمد کا ایمان افروز انٹرویو

ہیجانی و ہذیانی کیفیات

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں

انبیاء کرام اور قادیانی گستاخیاں

حکمران - امریکہ کے ایجنٹ ہیں
قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کا انٹرویو

مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی

7 ستمبر - یوم تحفظ ختم نبوت

اخبار الاحرار

نورِ ہدایت

القرآن

’’اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کیئے اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔‘‘

(سورۃ الرعد: آیت ۳)

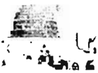

الحدیث

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ’’ساری حمد و ستائش اُس اللہ پاک کے لئے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔‘‘

(سنن ابی داؤد)

الآثار

’’میں نے سن رکھا تھا کہ جو شخص حرم شریف میں داخل ہوتا ہے‘ وہ اپنا جوتا‘ اپنے گناہوں کی گٹھڑی‘ اپنی دستار فضیلت‘ اور بزرگی کا عمامہ‘ دروازے کے باہر چھوڑ جاتا ہے، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جب وہ باہر آئے گا تو اس کا جوتا، یا اس کے گناہوں کی گٹھڑی یا اس کی فضیلت کی دستار‘ یا بزرگی کا عمامہ اس کو واپس بھی ملے گا یا نہیں۔
بعض لوگوں کے جوتے گم ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کے گناہوں کی گٹھڑی غائب ہو جاتی ہے اور بعض لوگ اپنی فضیلت اور بزرگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔‘‘

(’’شہاب نامہ‘‘۔ از قدرت اللہ شہاب)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

○ جلد ۱۴ ○ شمارہ ۹ ○ ستمبر ۲۰۰۳ء ○ رجب ۱۴۲۴ھ

سید الاحرار حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ

بیاد: سید عطاء اللہ شاہ بخاری

ابن امیر شریعت

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات	اداریہ	مدیر	۲
	حمد باری تعالیٰ (پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی) نعت (شورش کاشمیری)		۴
دین و دانش	فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم	ادارہ	۶
//	تصوف کیا ہے؟	سید عطاء المحسن بخاری	۷
//	جنت کا راستہ بیان: حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری	ضبطِ تحریر: سید عطاء المنان	۸
//	فرشتے نے کہا	شاہ بلیغ الدین	۱۰
//	آواز جو ہر وقت پوری دنیا میں گونجتی رہتی ہے	ادارہ	۱۲
//	مسنون دعاؤں کی برکات	محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی	۱۳
//	قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں	ایم حمید اللہ جمیل ایڈووکیٹ	۱۵
افکار	ہیجانی و ہذیانی کیفیات	سید یونس الحسنی	۱۷
//	مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی	عبدالرشید ارشد	۲۰
//	ہیرو	محمد اظہار الحق	۲۵
//	دینی مدارس..... چند توجہ طلب پہلو	مولانا مشتاق احمد	۲۷
انٹرویو	حکمران امریکہ کے ایجنٹ ہیں	انٹرویو: سید عطاء المہیمن بخاری	۳۰
//	آزادی کے بعد بھی میں آزاد نہیں ہو پاؤں گا (گوانتانا موبے سے رہا ہونے والے قیدی کی ایمان افروز باتیں)	انٹرویو: شاہ محمد	۳۴
تاریخ احرار	7 ستمبر..... یوم تحفظ ختم نبوت	الیاس میراں پوری	۴۲
گوشۂ امیر شریعت	تذکار امیر شریعت	ادارہ	۴۷
انشائیہ	''مردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۴۸
رد قادیانیت	انبیاء کرام اور قادیانی گستاخیاں	مولانا محمد مغیرہ	۵۰
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک قریکی	۵۲
//	چیدہ چیدہ	لالہ ظفر	۵۳
شاعری	سلام (بنت امیر شریعت سیدہ اُم کفیل مدظلہا) نظم (سید کاشف گیلانی) غزل (ڈاکٹر متبان محمد)		۵۴
حسن انتقاد	تبصرۂ کتب (ابوالادیب، محمد مغیرہ، سید محمد کفیل بخاری)		۵۶
اخبار الاحرار	پہلی 'ختم نبوت، احرار کانفرنس'، لاہور	روداد: سید صبیح الحسن ہمدانی	۵۹
آخری صفحہ	آخری صفحہ	ساغر اقبالی	۶۴

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

○

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

رفقائے فکر
چودھری ثناء اللہ بھٹہ
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

○

کمپوزنگ
الیاس میراں پوری

○

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

○

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک: 150 روپے
بیرون ملک: 1000 روپے
فی شمارہ: 15 روپے

اکاؤنٹ نمبر: 1-5278
یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ چوک مہربان ملتان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری ○ طابع: تشکیل نو پرنٹرز
مقام اشاعت
دار بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان
فون: 061-511961

تحریک تحفظ ختم نبوۃ ﷺ مجلس احرار اسلام پاکستان

دل کی بات

افغانستان میں اسیر پاکستانیوں کی رہائی ایک اہم مسئلہ

پاکستان کے وزیرِ خارجہ خورشید محمود قصوری نے اپنے حالیہ دورۂ افغانستان سے واپسی پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

> ''افغانستان میں قید ۶۴۳ پاکستانیوں کی رہائی کے لیے امریکہ سے اجازت طلب کر لی گئی ہے۔ ہم نے یہ مسئلہ افغان وزیرِ خارجہ عبداللہ عبداللہ اور افغانستان کے لیے صدر بش کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد کے سامنے بھی اٹھایا۔ انہوں نے جلد ہی ان کی رہائی کے لیے امریکی انتظامیہ سے منظوری لینے کا وعدہ کیا۔ نیز پاک افغان سرحد پر دو پاکستانی فوجیوں کے اغوا کا مسئلہ بھی زیرِ غور آیا۔ ہم اُن کی بازیابی کے لیے قبائلی روایت کے مطابق مروجہ طریق کار اختیار کریں گے۔''
>
> (''جنگ''۔ ۲۵ / اگست ۲۰۰۳ء)

پاکستان کے ہمسایہ ممالک میں افغانستان کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان کی معیشت و تجارت اور دفاع کے حوالے سے افغانستان نہایت حساس ملک ہے۔ بیس برس قبل روس نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے افغانستان میں فوجی مداخلت کر کے اقتدار پر قبضہ کیا تو پوری افغان قوم اس کے خلاف سینہ سپر ہوگئی۔ علماء نے قیادت سنبھالی اور سوویت روس کے غاصبانہ قبضہ سے ملک کو آزاد کرانے کے لیے جہاد کا آغاز کیا۔ تب مسلمان ملکوں کے علاوہ امریکہ و یورپ بھی افغان جہاد کے زبردست حامی تھے۔ پاکستان نے روس کے خلاف افغان جہاد میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان سے ہزاروں نوجوان افغان مسلمانوں کی مدد کے لیے وہاں پہنچے اور جہاد میں شریک ہوئے۔ لاکھوں افغان اور سینکڑوں پاکستانی مجاہد شہید ہوئے۔ بالآخر روس افغانستان سے ذلت و ہزیمت کے زخم چاٹتا ہوا واپس لوٹا۔ افغانستان کے جہادی رہنما حصولِ اقتدار کی جنگ میں مصروف ہوگئے اور ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا۔ جہادی مقاصد کو برباد ہونے سے بچانے کے لیے طالبان اُبھرے اور انہوں نے آناً فاناً افغانستان کے اکثر حصہ پر قبضہ کر کے اقتدار سنبھال لیا۔ جس طرح جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں افغانستان کی جہادی قیادت کے ساتھ حکومتِ پاکستان نے تعاون کیا' بالکل اُسی طرح طالبان کو اقتدار میں لانے اور انہیں مستحکم کرنے کے لیے پاکستان کی سول اور فوجی حکومتیں بھرپور تعاون کرتی رہیں۔ طالبان حکومت کو تسلیم کرنے والے ملکوں میں پاکستان اور سعودی عرب پیش پیش تھے۔ طالبان کی حمایت اور مدد کے لیے پاکستان سے ہزاروں نوجوان سابقہ پالیسی کے مطابق افغانستان گئے۔ اس میں پاکستانی حکومتوں کا ایماء اور رضامندی دونوں شامل تھے۔ اسی لیے انہوں

نے کسی کو نہیں روکا۔اور جہادی تنظیموں کی مکمل سرپرستی کی۔ پاکستانی حکومتوں کے پیشِ نظر وسطی ایشیاء میں تجارت کے فروغ کے لیے افغانستان ہی واحد راستہ تھا اور پھر ہماری مغربی سرحد کا تحفظ بھی افغانستان کے تحفظ، استحکام اور بقا سے وابستہ تھا۔اسی لیے ہماری سول اور فوجی حکومتیں افغانستان میں اپنے ہمدردوں کی حکومت کے قیام کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں۔ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد عالمی حالات نے ایسا پلٹا کھایا اور امریکہ نے الٹی زقند لگا کر دہشت گردی کا ہوا کھڑا کر کے اس کا سارا ملبہ مسلمان ملکوں پر ڈال دیا۔ طالبان' امریکہ کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکنے لگے اور اُسامہ بن لادن کو عالمی دہشت گرد قرار دے دیا۔ طالبان کا قصور صرف اور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اسلامی نظامِ حکومت نافذ کر کے افغانستان کو مثالی امن کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ یہود و نصاریٰ نے مل کر ایک پرامن اور مستحکم نمائندہ حکومت کو دہشت گردی اور تشدد کے ذریعے ختم کر دیا۔ پاکستان کے فوجی حکمرانوں نے ایک ٹیلی فون کال پر امریکی صدر بش کی ہاں میں ہاں ملا کر امریکی قیادت کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ اتنی جلدی ایسا اقدام اُن کی توقعات کے خلاف تھا۔معلوم نہیں کہ مستقبل کا مؤرخ ہمیں کس نام سے یاد کرتا ہے اور افغان بھائیوں کے قتل میں یہود و نصاریٰ سے ہمارے تعاون کو کیا نام دیتا ہے مگر آج کے حالات میں ہمیں اچھے نام سے یاد نہیں کیا جا رہا اور ہمارے کردار پر نفرین ہی بھیجی جا رہی ہے۔

افغان جہاد کے دورِ اوّل اور دورِ ثانی میں ہزاروں پاکستانی اسلام اور وطن کی محبت سے سرشار ہو کر وہاں گئے تھے۔ان میں سے اکثر طالبان مخالف' شمالی اتحاد کے کمانڈروں اور قبائلی سرداروں کے قائم کردہ نجی عقوبت خانوں میں مقیّد ہیں۔قبائلی سرداروں نے بعض قیدیوں کو پیسے لے کر رہا کیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ موجودہ افغان حکومت نے ۳۰ سے زیادہ قیدیوں کو روس کے راستے بھارت منتقل کیا۔ کچھ کیوبا کے جزیرے گوانتانا موبے میں قید ہیں اور بعض کو اسرائیل میں بھی قید رکھا گیا۔

وزیر خارجہ مسٹر خورشید محمود قصوری تو اسیر پاکستانیوں کی وہ تعداد بتلا رہے ہیں جو انہیں مہیا کی گئی ہے۔ جبکہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ قبائلی سرداروں اور شمالی اتحاد کے کمانڈروں کے نجی عقوبت خانوں کی نشاندہی کی جائے اور وہاں پر قید پاکستانیوں کی اصل تعداد معلوم کر کے انہیں رہا کرایا جائے۔ اپنے شہریوں کے انسانی حقوق کا تحفظ کرنا اور انہیں قید سے آزاد کرانا حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے۔ ہماری حکومت کی بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ ان قیدیوں کی رہائی کے لیے امریکہ سے اجازت طلب کی جا رہی ہے۔اور دوسری طرف دونوں ملکوں سے تعلقات میں کشیدگی بڑھ رہی ہے۔افغانستان میں بھارتی اثر و رسوخ بڑھ گیا ہے۔امریکی فوجیوں کی فائرنگ سے سرحد پر پاکستانی فوجی شہید ہوئے۔ دو پاکستانی فوجیوں کو افغان قبائلیوں نے اغوا کر لیا' جن کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا۔ بعینہٖ پاکستانی اسیروں کا معاملہ ہے جنہیں قبائلی سرداروں نے ذاتی جیلوں میں قید کر رکھا ہے۔حکومتِ پاکستان اس حساس معاملے پر فوری توجہ کرے اور پاکستانی اسیروں کی رہائی کو بہر قیمت ممکن بنائے۔

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

ہم کو لازم ہے کہ ہم ذکرِ خدا کرتے رہیں
یہ خدا کا قرض ہے ہم پر' ادا کرتے رہیں

ہم پہ واجب ہے کہ دیں ذکرِ خدا کو وسعتیں
منسلک ہم اس سے ذکرِ مصطفیٰ کرتے رہیں

ہو خدا کا حق ادا ' خلقِ خدا کا حق ادا
طاعتِ حق ' خدمتِ خلقِ خدا کرتے رہیں

جب کسی سے گفتگو ہو' شاخِ لب پر گل کھلیں
اپنے ایک اک سانس سے کارِ صبا کرتے رہیں

ہم رُکیں' جس فعل سے روکیں خدا و مصطفیٰ
جو خدا و مصطفیٰ کی ہو رضا کرتے ہیں

محو کرکے دامنِ انساں سے ہر داغِ بدی
خیر کے ہر نقش کو جلوہ نما کرتے رہیں

چاہتے ہیں ہم جو برکاتِ الٰہی کا نزول
ایک نسخہ ہے' محمد سے وفا کرتے رہیں

ذکر وحمد ونعت میں ڈھل جائے عاصؔی کا وجود
اہلِ محفل میرے حق میں یہ دعا کرتے رہیں

شورش کاشمیری

وہ ایک در کہ جہاں دورِ آسماں ٹھہرے

قلم سے پھول کھلیں، نطق درفشاں ٹھہرے
وہاں چلا ہوں جہاں گردشِ زماں ٹھہرے

وہ آستاں کہ ارادت سے مہر و ماہ جھکیں
وہ خاکِ پاک ہر ذرّہ کہکشاں ٹھہرے

ہوائے کوچہء محبوب ' شکریہ تیرا
ترے کرم سے بیاباں بھی گلستاں ٹھہرے

یہ فکر دائرے بُنتی رہی خلاؤں میں
کوئی تو بات بہ عنوانِ ارمغاں ٹھہرے

تمام عمر مدینہ میں سونے والے کو
کہاں کہاں سے پکارا' کہاں کہاں ٹھہرے

کبھی نظیرؔی و فیضؔی کی خوشہ چینی کی
کبھی نظامؔی و خسرؔو کے ہم زباں ٹھہرے

نظر جمی کبھی حسّانؓ کے قصیدوں پر
کبھی قبیلہء عُشّاق کا نشاں ٹھہرے

لوائے مہؔر علی شاہؒ کو دوش پر رکھ کر
دیارِ گنجِ شکرؒ میں بھی میہماں ٹھہرے

جنوں کا درس لیا بُوعلی قلندرؒ سے
غزل سرائِ حافؔظ کے ترجماں ٹھہرے

دیارِ شعر میں سعدؔی کی ہمنوائی کی
نہ ماوریٰ کہیں پہنچے نہ درمیاں ٹھہرے

ادب میں مرشدِ رومی سے اکتساب کیا
وہ اس گروہ میں سرخیلِ عاشقاں ٹھہرے

غرض کہ اس درِ مشکل کشا تک آ پہنچے
وہ ایک در کہ جہاں دورِ آسماں ٹھہرے

بہ بارگاہِ رسالت یہ ارمغانِ فقیر
بڑا کرم ہو جو مقبول و کامراں ٹھہرے

سلام اُن پہ کہ جن سے ہے نظمِ کون و مکاں
سلام اُن پہ کہ جو شاہِ دوجہاں ٹھہرے

سلام اُن پہ جو ہم بے کسوں کی منزل ہیں
سلام اُن پہ کہ جو میرِ کارواں ٹھہرے

غرض کہ اُن پہ درود و سلام کی بارش
جو ہر زمیں کے لئے ابرِ دُرفشاں ٹھہرے

جنونِ عشق اسی آستاں پہ لے آیا
جبینِ شوق جہاں سنگِ آستاں ٹھہرے

(ادارہ)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

''جب میری امت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔'' دریافت کیا گیا: ''یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟'' فرمایا:

۱) جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنالیا جائے۔

۲) امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔

۳) زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔

۴) شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔

۵) بیٹا ماں کا نافرمان ہو جائے۔

۶) آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔

۷) مساجد میں شور مچایا جائے۔

۸) قوم کا ذلیل ترین آدمی اس کا سربراہ ہو جائے۔

۹) آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔

۱۰) نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔

۱۱) مرد آبریشم پہنیں۔

۱۲) آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے۔

۱۳) رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں۔

۱۴) اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیے کہ پھر وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں، خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔

(ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)

انتخاب وترتیب: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تصوّف کیا ہے؟

تواضع

اتفاق واتحاد کی جڑ تواضع ہے، اگر ہر شخص دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھنے لگے جو تصوف کی تعلیم وتربیت کا لازمہ ہے تو پھر نا اتفاقی کی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ نا اتفاقی اسی سے تو پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے افضل سمجھتا ہے

(ارشاد حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ۔ دیباچہ مکتوبات، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحہ ۱۱، طبع اوّل ہندوستانی)

تکبر

تکبّر کے بارہ میں صوفیٔ اوّل حضرت ابوہاشم شامی کا ارشاد ہے

لفلع الجبال با لاء برة ایسرمن اخراج الکبر من القلب۔

''سوئی سے پہاڑ کو ریزہ کرنا (ہٹانا) آسان ہے بہ نسبت تکبر کو دل سے نکالنے کے۔''

(دیباچہ مکتوبات ص ۱۰، از مولانا نجم الدین الاصلاحی)

تصوّف

شہوانی خیالات وجذبات، عُجب، نمائش، کبر، ریا، نفاق، حسد، طمع وغیرہ سے پاک ہونا۔ ان عیوب سے پاک ہوئے بغیر کوئی آدمی متقی نہیں ہوسکتا۔ علم تصوف کو علمِ سلوک، علمِ اخلاق، علمِ حقائق، علمِ معاملہ، علمِ اخلاص، علمِ قلوب، علمِ معارف، علمِ اسرار، علمِ اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(عارف باللہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ از قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین)

شریعت، طریقت، حقیقت

صوفیاء کہتے ہیں شریعت علم ہے، طریقت عمل ہے، حقیقت عمل کا اثر۔

احسان

اخلاص، محبت، زھد، تقویٰ، عبادت، شریعت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے کے مطابق عمل ہو یہی احسان ہے یعنی تصوف۔

اصلاحی بیان

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

ضبطِ تحریر: سید عطاء المنان بخاری

جنت کا راستہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَصَلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْمُجْتَبٰی اَمَا بعْد. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَّ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْلَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍo (الشوریٰ: آیت: ۲۰)

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہٗ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

ترجمہ: ’’جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو اُس کے لیے ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اُس میں سے دیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔‘‘

دوستو، بزرگو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ لوگوں کو آخرت کی محنت کرنے کی تلقین کریں تاکہ لوگ اس دنیا میں جی لگا کر نہ بیٹھ جائیں۔ دنیا رہنے کے لیے نہیں بنائی گئی۔ دنیا کا کوئی کام کرتے ہو تو اس کے انعامات کی فکر ہوتی ہے۔ جب دنیا کے کاموں میں انسان کو انعامات کی اور اپنی کامیابی کی فکر ہے تو مسلمان کے لیے آخرت کی کامیابی اور آخرت کا فکر سب سے اعلیٰ فکر ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر نبی نے تین کام کیے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ کی توحید بیان فرمائی۔ اس کے بعد اپنی نبوت لوگوں کو بتائی اور تیسرے نمبر پر لوگوں کو آخرت کی فکر بتائی کہ اصل نفع آخرت میں ملے گا۔ دنیا میں اس پھل کا ملنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں دیکھ کر خوش ہوں گے کہ اعمال کر رہے ہیں لیکن پھل کب ملے گا۔ آخرت میں ملے گا۔ کسان کو جب فصل مل جاتی ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے کہ میری فصل جو ہے وہ پک گئی۔ اب میں اس کو کاٹوں گا۔ اس کو بیچوں گا، اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ مکان بناؤں گا۔ شادیاں کروں گا اور جو خبیث قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں مقدمے کروں گا، لوگوں کو ماروں گا، قتل کروں گا اور اپنے اردگرد طوفان برپا کردوں گا۔ سلیم طبائع پر مال اچھا اثر کرتا ہے۔ ان کے اندر اچھی خواہشات پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو دنیا میں محنت کرتے ہیں **نزدلہ فی حرثہ** یہاں بھی انعامات ملتے ہیں۔ اصل انعام آخرت میں ملے گا اور بہت زیادہ ملے گا۔ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہا اور جب آخرت میں سبحان اللہ کا نتیجہ ملے گا تو آدمی سوچ بھی نہیں سکے گا کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کا نتیجہ یہ ہے۔ اللہ پاک نیکی کرنے پر اس کی جزا بہت زیادہ عطا فرماتے ہیں اور گناہ کرنے پر اس کی جزا اس کے مثل دیتے ہیں۔ ایسے ہی جو آدمی جو کام دنیا کے لیے کرتا ہے اس کو اللہ دنیا میں دیتے

ہیں ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا اس کو یہی دے کے چھوڑ دیتے ہیں۔ کافر بھی اسی کام کو لگ گئے ہیں اور مسلمان بھی۔ حالانکہ مسلمان دنیا کمانے کے لیے نہیں آیا۔ رسول اللہ ﷺ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجیے جو مجھے جنت میں داخل کرے اور دوزخ کی آگ سے دور کرے۔ پہلے ایک حدیث سنائی تھی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بدوی نے آپ ﷺ کی ناقہ کو پکڑ کر آپ ﷺ سے یہی سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا راستہ بتائیں جو جنت کے پاس لے جائے اور جہنم سے دور کردے۔ حضور ﷺ مسکرائے، صحابہ کو دیکھا کہ دیکھو کیسا سوال کر رہا ہے اور دیکھو اس کو کیسی نیکی کی بات سوجھی ہے۔ خوش ہوئے، اسے پتہ ہے کہ یہ بے تکلف لوگ ہیں۔ آپ خوش ہوئے اور فرمایا اب دوبارہ سوال کرو۔ دوبارہ سوال کرایا اس میں کچھ اضافہ ہے۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے معاذ! تو نے مجھ سے بہت بڑے امر کے بارے میں سوال کیا ہے۔ جنت دوزخ کا راستہ بتانا بہت بڑا کام ہے۔ لیکن یہ اس شخص پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ اسے آسان کردے۔ آپ نے فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ دیکھو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا یہی نعرہ رہا۔ اس میں کبھی بھی تنسیخ نہیں ہوئی۔ یہ ہر نبی کے دور میں حکم چلتا رہا۔ منسوخ نہیں ہوا۔ اس میں سب سے پہلے توحید ہے۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو پھر فرمایا نماز قائم کرو یہ بھی ایسا حکم ہے کہ ہر نبی کے دور میں اس کا حکم ہوا ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں، ہم پر پانچ ہوگئیں۔ ان پر زکوٰۃ بھی مشکل تھی اور نماز آسان تھی۔ ہم پر زکوٰۃ آسان اور نماز مشکل ہوگئی۔ ان کی زکوٰۃ تھی چوتھا حصہ ہماری ہے اڑھائی فیصد۔ پھر فرمایا رمضان کے روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو۔ مزید ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو ایک اور بات کی خبر نہ کروں۔ خیر و برکت کے دروازوں میں سے جو تمہاری طرف کھلتے ہیں ان کی نشاندہی نہ کروں فرمایا دیکھو روزہ رکھو۔ روزہ گناہ اور بندے کے درمیان ڈھال بن جاتا ہے اور صدقہ دو۔ صدقہ گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا۔ سب سے بہترین اسلام یہ ہے کہ ہر واقف اور ناواقف کو سلام کرو۔ ہر واقف اور ناواقف کو کھانا کھلاؤ اور رات کو اس وقت نماز پڑھو جب سب لوگ سو رہے ہوں۔ سبحان اللہ یہ ہے جنت کی کمائی۔ آسان طریقے سے آدمی جنت میں جا سکتا ہے۔ فرمایا میں تجھے نیک عمل کی بنیاد سے مطلع نہ کروں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! ضرور ارشاد کیجیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا نیک عمل کی بنیاد اسلام ہے اور اسلام کا ستون نماز ہے۔ فرمایا اس کی چوٹی کی چیز جہاد ہے۔ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرو۔ مال کے ساتھ جہاد کرو، جان کے ساتھ جہاد کرو، وقت کے ساتھ جہاد کرو اور جب کفر کی طغیانی بڑھ جائے تو پھر کفر کے خلاف جہاد کرو۔

(مجلس ذکر، منعقدہ ۳۱ر جولائی ۲۰۰۳ء)

دارِ بنی ہاشم، ملتان

شاہ بلیغ الدین

فرشتے نے کہا

دو فرشتے آسمان سے اترے اور باتیں کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے ان کی یہ باتیں سنیں۔ وہ اُس وقت کعبۃ اللہ کے پاس سوئے ہوئے تھے اور خواب دیکھ رہے تھے۔ ایک فرشتے نے کہا...... کچھ پتہ ہے اِس سال کتنے لوگ حج پر آئے ہیں؟

فرشتوں کا علم محدود ہوتا ہے۔ جو بات انہیں بتادی گئی اُس سے زیادہ نہ وہ جانتے ہیں نہ سوچ سکتے ہیں۔ دوسرے فرشتے کو تعداد معلوم تھی اُس نے کہا...... چھ لاکھ اللہ کے بندے اِس مرتبہ حج کو آئے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک بھی مرو سے حج ہی کے لئے گئے تھے۔

پہلے فرشتے نے پوچھا...... پھر یہ بتاؤ کہ کتنوں کا حج قبول ہوا؟ جواب ملا...... کیا معلوم کسی کا حج قبول ہوا بھی یا نہیں ......اُس کا جواب سن کر ابنِ مبارک کو بڑا افسوس ہوا۔ انہوں نے سوچا اتنے سارے لوگ نہ جانے کہاں کہاں سے آئے ہیں۔ ندی، نالے، پہاڑ، دریا، سمندر جنگل صحرا عبور کر کے آنے والے ان بیچاروں کی محنت کیا یوں ہی اکارت چلی جائے گی؟ اللہ تعالیٰ تو کسی کی کوشش بیکار جانے نہیں دیتا۔ ابھی وہ یہ سوچنے ہی پائے تھے کہ خواب ہی خواب میں انہوں نے سنا کہ دوسرے فرشتے نے کہا...... دمشق میں ایک موچی ہے۔ اُس کا نام ہے علی بن الموفق۔ وہ حج کو نہیں آسکا لیکن بارگاہِ رب العزت میں اُس کی نیت قبول ہو چکی ہے۔ اُسے نہ صرف حج کا ثواب ملے گا بلکہ اُس کے طفیل سب حاجی بخشے جائیں گے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ...... انسان کے عمل کا دارومدار اس کی نیت پر ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں تو نیت کرتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں تو نیت کرتے ہیں۔ قربانی، زکوٰۃ، حج سب کے لئے نیت کرنی پڑتی ہے۔ نیت کے ساتھ ہی عمل معتبر ہوتا ہے۔ بغیر نیت کے عمل ایک حادثہ یا ایک اتفاق ہوتا ہے۔ نیت میں دکھاوا نہیں ہوگا۔ عمل میں دکھاوا ہوسکتا ہے۔ دل تو دل ہی ہوتا ہے۔ اس میں اچھی بری بہت سی باتوں کا خیال آتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک بار ڈر کے پوچھا کہ...... یارسول اللہ (ﷺ)! اگر خیال یا نیت کی بھی جزا سزا ہے تو پھر وسوسوں کا کیا ہوگا؟ جواب میں بارگاہِ خداوندی سے سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں جن کا مطلب ہے وسوسوں کی پرسش نہیں ہوگی۔

خواب سے اٹھے تو ابنِ مبارک نے جی میں ٹھان لیا کہ دمشق جاؤں گا اور اللہ کے اس بندے سے ان شاء اللہ ضرور ملوں گا جس کی فقط نیت کا اتنا بڑا اجر ہے۔ قربانی کے سلسلے میں حکم آیا تو ارشاد ربانی ہوا۔ وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ. اللہ تک گوشت، خون نہیں تمھارا تقویٰ پہنچتا یعنی نیت اور اخلاص ہی کا اجر ہے۔

دمشق پہنچ کرابنِ مبارک اُس کے گھر پر پہنچے۔ آواز دی۔ ایک شخص نکلا۔ اُس سے پوچھا...... آپ کا نام! جواب ملا......علی بن الموفق۔ ابنؒ مبارک نے پوچھا...... آپ کیا کام کرتے ہیں؟ جواب ملا......موچی ہوں! پھر اُس نے ابنِ مبارک سے اُن کا نام پوچھا۔ ابنِ مبارک بڑی نامور علمی شخصیت ہیں۔ محدثین میں اُن کا بڑا مقام ہے۔ وہ دل کے بہت نیک اور ہاتھ کے بہت کھلے تھے۔ قرآنِ کریم نے متّقین کی جو تعریف کی ہے وہ اُن پر سجتی ہے۔ باتیں شروع ہوئیں تو ابنِ مبارک نے کہا......اپنا حال تو سنایئے؟ اس نے کہا...... حضرت تیس سال سے صرف اس آرزو میں جی رہا ہوں کہ حج کروں اس مدت میں ایک ایک درہم جوڑ کے میں نے تین ہزار درہم جمع کئے تھے اور الحمدللہ اس سال میں اس قابل ہو گیا تھا کہ حج کے لئے نکل سکوں لیکن اللہ کی مرضی میں اپنی نیت پوری نہ کر سکا۔ عبداللہ بنِ مبارک کو محسوس ہوا جیسے وہ موچی نہیں اخلاص و آگہی کا کوئی پیکر بول رہا تھا۔ اسلام نے بڑائی امارت میں نہیں شرافت کے پردے میں رکھی ہے۔ حضرت عبداللہ نے پوچھا......کوئی تو بات ہوگی کہ آپ نکل نہ سکے؟ جواب ملا...... ہاں! میں نے آپ کو بتایا نا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ تھی۔ ابنِ مبارک نے جب بہت زور دے کے پوچھا تو احسان کر کے جتلانے سے بچنے والے اللہ کے اُس نیک بندے نے کہا...... میرا ایک ہمسایہ ہے۔ ایک دن میں اس کے پاس گیا وہ لوگ کھانے کو بیٹھنے والے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا......افسوس! میں تمہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہیں کر سکتا؟ پچھلے تین روز سے میرا میری بیوی بچوں کا فاقہ تھا۔ مجبور ہو کر ہم نے ایک مردار گدھے کا گوشت کاٹ کر پکایا ہے۔ تم اسے نہیں کھا سکتے تمہارے لئے یہ حرام ہے۔ علی بنِ الموفق نے کہا...... یہ سن کر میرا دل ایسا بھر آیا کہ کیا بیان کروں۔ میں فوراً گھر گیا۔ وہ تین ہزار درہم جو میں نے حج کے لئے اٹھا کر رکھے تھے لا کر اس کے حوالے کئے۔ میں بھی فاقے کر کر کے رقم بچاتا تھا کہ اپنی آرزو پوری کروں۔ لیکن مجھے خیال آیا کہ اپنے پڑوسیوں کی زندگی بچانا بھی حج سے کم نہیں۔ ویسے میری آرزو ہے کہ دیارِ حبیب (ﷺ) کی زیارت کروں! فرشتے نے جو کچھ کہا تھا اس کی حقیقت معلوم ہوگئی تو ابنؒ مبارک سے رہا نہ گیا۔ انہوں نے حضرت علی بن الموفق کو اپنے خواب کی روداد سنائی۔

ماهانه مجلس ذکر و اصلاحی بیان

☆ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ☆ 25 ستمبر 2003ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

آواز جو ہر وقت پوری دنیا میں گونجتی رہتی ہے

دنیا کے نقشے کو دیکھیں' اسلامی ملک انڈونیشیا کرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے ۔جن میں جاوا، سماٹرا، بورنیو اور سیلیبز مشہور جزیرے ہیں۔انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا مسلم ملک ہے۔اٹھارہ کروڑ آبادی کے اس مسلم ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوع سحر سیلیبز میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔صبح کے ساڑھے پانچ بجے طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہوجاتی ہے اور ہزاروں مؤذن' اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان کررہے ہوتے ہیں۔مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جکارتہ میں مؤذن کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہوجاتا ہے اور سماٹرا کے بعد مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔

ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے۔ جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے' وہ ایک گھنٹے بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں بھی اذانوں کا وقت ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔اسی عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول وعرض پر واقع ہیں۔مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔

اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے۔اس عرصے میں شمالی افریقہ، لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا۔ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کرکے بحرِ اوقیانوس کے مشرقی کنارے پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحرِ اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نمازِ مغرب کا وقت ہوجاتا ہے۔مغرب کی اذانیں سیلیبز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہوجاتا ہے۔جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے' اُس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرہِ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کررہے ہوں؟

(بشکریہ: ''تعمیر حیات''، لکھنؤ)

محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی

مسنون دعاؤں کی برکات

محترم قارئین! انسانی قسمتوں کے فیصلے تو عدالت خداوندی میں ہی ہوتے ہیں۔ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائے بغیر چارہ نہیں مگر سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے رب کے سامنے اس کی رحمت کے لیے جھولی پھیلائے تو کس انداز سے اس کے لبوں پر الفاظ آئیں تو کونسے۔ ظاہر ہے رحمت دو عالم ﷺ کے کلمات طیبہ سے افضل اور کون سے بول ہوں گے۔ تاجدارِ مدینہ فخر دو عالم ﷺ کی صدا سے بڑھ کر پاک اور کون سی پکار ہے۔ اسی خیال کے مدنظر راقم نے فخر موجودات ہادی عالم ﷺ کی دعائیں اور فرامین پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ کریم شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے ہم سب کو عمل صالح کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

ہر آفت سے نجات اور جنت میں داخلہ

قاضی امت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص آیت الکرسی اور سورۃ اخلاص اور معوّذتین ہر نماز کے بعد پڑھے گا اسے بہشت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی چیز روکنے والی نہیں یعنی مرتے ہی بہشت میں داخل ہو جائے گا۔

فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ سورتیں صبح و شام تین تین بار پڑھے گا اسے ہر آفت سے نجات ملے گی۔ آیت الکرسی، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس۔ (مشکوٰۃ)

دافع پریشانی اور مشکلات

ہادی عالم ﷺ نے فرمایا کہ پریشانی اور مشکل کے وقت جو شخص آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات پڑھ لیا کرے اللہ کریم اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ (ترمذی)

آپ نے یہ بھی فرمایا جو شخص لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْـحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن پڑھے گا اللہ کریم اس کی دعائیں قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ غم اور مشکل کے وقت (اَللهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا) پڑھا کرو (ابوداؤد)

دافع آفات کی دعا

ہادی عالم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص (مَـاشَـآءَ اللهُ لَا قُـوَّةَ اِلَّا بِاللهِ) کو اپنا ورد بنالے وہ سوائے موت

کے اپنے اہل وعیال اور مال میں کوئی آفت نہیں دیکھے گا۔قرآن مجید میں بھی اس کلمے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

امام مظلوم جامع القرآن سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر صبح وشام کو تین تین بار یہ دعا پڑھے گا تو اُسے کوئی چیز دکھ نہیں پہنچاسکتی اگر باقاعدگی سے نماز فجر اور مغرب کے بعد یہ دعا پڑھی جائے تو انسان ہر قسم کی آفتوں اور تکلیفوں سے بچ سکتا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام کو یہ دعا پڑھے۔اُسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّاتِ کُلِّهَامِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ. (طبرانی)

رزق میں فراخی اور تنگ دستی سے نجات

لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّ ةَ اِلَّا بِاللهِ وَلَا مَلْجَاءَ وَلَامَنْجَاءَ مِنَ اللهِ اِلَّا اِلَیْهِ.

اس دعا کے پڑھنے سے اللہ کریم ستر تکلیفیں دور کر دیتا ہے۔جن میں سب سے ادنیٰ درجہ کی تکلیف فقر و فاقہ ہے۔فقر و فاقہ کی تکلیف دور کرنے کی یہ دعا بڑی مؤثر ہے ہر روز نماز فجر کے بعد اسے کم از کم ایک تسبیح (۱۰۰بار) پڑھ لینا چاہیے۔ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنَ.**

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔طلوع فجر کے وقت اس دعا کو ۱۰۰بار پڑھو تو دنیا تمہارے پاس پست و ذلیل ہو کر آئے گی۔ **سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِیْم وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُاللهَ .**

فضیلت استغفار

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سونے کے لیے بستر پر لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح توبہ واستغفار کرے اور تین دفعہ عرض کرے۔

اَسْتَغْفِرُاللهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ.

اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی۔معارف الحدیث)

ایم حمید اللہ جمیل ایڈووکیٹ

’’قلب میں سوز نہیں‘ روح میں احساس نہیں‘‘

سیدنا آدم علیہ السلام ایک بے احتیاطی کی پاداش میں باغِ بہشت سے نکال دیئے گئے اور زمین پر اتار دیئے گئے۔ وہ اپنے پروردگار کے حضور نالہ وفریاد کرتے، آنسو بہاتے اور مغفرت کی التجائیں کرتے رہے: ’’اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔‘‘ (الاعراف: ۲۳)

حضرت آدم علیہ السلام کی برسوں کی اشک فشانی، گریہ زاری اور پروردگارِ عالم کے حضور اظہارِ ندامت نے تاثیر دکھائی، پروردگار کی رحمانیت جوش میں آئی اور آپ علیہ السلام کو بخشش ومغفرت کی نوید سنادی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر سیدنا یونس علیہ السلام کی قوم نے آپ کی دعوتِ حق کو ٹھکرادیا اور ایمان لانے سے انکار کردیا تو آپ اپنی قوم سے مایوس ہوکر چلے گئے۔ ربِّ عظیم نے اس پر سیدنا یونس علیہ السلام کو ایک عجیب وغریب سزا دیتے ہوئے مچھلی کے پیٹ میں قید کردیا۔ آپ اپنی بھول پر نادم ہوئے اور قادرِ مطلق سے معافی طلب کرتے رہے اور نالہ وفریاد کرتے رہے: ’’تیرے سوا کوئی معبود نہیں‘ تو ہی پاک ہے‘ بے شک میں ہی (اپنی جان پر) ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔‘‘ (الانبیاء: ۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام کی آہ وزاریاں اور التجائیں رنگ لائیں اور پروردگارِ حقیقی نے درگزر فرماتے ہوئے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی عطا فرمائی۔ پیغمبرِ اسلام سیدنا محمد ﷺ کا یہ معمول تھا کہ وہ شب بھر اپنے معبودِ حقیقی کے حضور سجدہ ریز رہتے اور ذکرِ الٰہی میں محو رہتے۔ اس پر اللہ ربّ العزت نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا کہ وہ رات کے کچھ حصہ میں قلیل وقت کے لیے قیام کیا کریں۔ (مزمل: ۱،۲،۳)

اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تو حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا اور چہرہ کا رنگ فق ہوجاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے، کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے: ’’یا اللہ! اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض کے لیے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ یا اللہ! میں اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔‘‘

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی تو حضور ﷺ گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں سورج گرہن ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضور ﷺ کیا کریں گے۔ حضور ﷺ نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لمبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں حضور ﷺ روتے تھے اور فرماتے تھے: ’’اے رب! کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے

موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ فرمائیں گے کہ یہ لوگ استغفار کرتے رہیں۔'' پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں۔ اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے ابوبکرؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ اپنے اعلیٰ وارفع مقام و مرتبہ اور یقینی طور پر جنتی ہونے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ ہر لحظہ فکرِ آخرت میں ڈوبے رہتے اور اکثر فرماتے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے ،کبھی فرماتے کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کتنے مزے میں ہے، کھاتا پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں ۔کاش! ابوبکرؓ بھی تجھ جیسا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے' کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو۔ گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسندیدہ نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔ دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرا ہو۔

انبیاء و رسل اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچانے ،اُن کا تزکیہ کرنے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث کئے گئے ۔اُن کے نفوس تزکیے، بصیرت اور آگہی ایسے اوصاف سے منور ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے سینے پر ان عظیم ہستیوں کے وجودِ اطہر کو پا کر زمین ناز کرتی اور نیلگوں آسمان سائبان بن کر فخر کرتا ہے۔ خدا کے رسول اور نبی ہر طرح کی تنقید سے مبّرا اور تمام انسانی نقائص سے منزہ ہستیاں ہیں۔ اُن کے اعلیٰ وارفع مقام اور فلاح ابدی میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے باوجود انہیں حد درجہ فکرِ آخرت لاحق تھی اور وہ خشیتِ الٰہی میں ہر لمحہ ڈوبے رہتے تھے ۔حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں بھی فکرِ آخرت سے معمور اور خوفِ خدا کی صفت سے مزین تھیں۔

قارئین کرام! یہ تو تھا اللہ کے برگزیدہ اور مقرب پیغمبروں اور صاحبِ تقویٰ صحابہؓ کا طرزِ حیات۔ اس کے برعکس ہمارا کردار کیا ہے؟ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہم اپنی لغزشوں اور خطاؤں پر ندامت محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں۔ ہم صبح سے شام تک اور شام سے شفق تک بحرِ عصیاں میں غرقاب رہ کر بھی پروردگار کے حضور معافی کے طلب گار نہیں ہوتے۔ صد حیف کہ ہم رکوع و سجود سے گریزاں ،فکرِ آخرت سے آزاد، خوفِ خدا سے بے نیاز، نفس اور خواہش کے غلام اور صرف طالبِ دنیا بنے بیٹھے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ بقول اقبال:

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں　　　کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں

سید یونس الحسنی

ہیجانی و ہذیانی کیفیات

عہدِ حاضر نے سوچ کے پاؤں میں ہمہ نوعی افلاس کی گرہیں ڈال کر عمر کے لمبے سفر کو یاس آلودہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس نا ہنجار کیفیت کا ذمہ دار آخر کون ہے؟ یہ انتہائی دلخراش، جگر پاش سوال آج کل ہر چہرے پر نقش ہے، جس کسی سے بھی استفسار کیا جائے وہ بغلیں جھانکنے لگتا ہے۔ سیاستدان اپنے کھیل تماشے میں مگن، دانشور خاموش، مبصرین گنگ اور مقتدرین منقار زیرِ پر ہیں۔ لے دے کے طبقۂ علماء ہے سو وہ بیچارہ بہت سے ان دیکھے مگر معلوم خطرات کی بو سونگھ کر اپنے سے انداز میں امت کی نگہداشت کا فریضہ انجام دینے کی صف بندی کر رہے ہیں۔ برادرانِ وطن کی صورت حال کچھ ایسی ہے کہ دل ڈولتا ہے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے چند منجھے ہوئے کھلاڑیوں نے انہیں اپنے دام ہمرنگ زمیں میں اس طرح جکڑ رکھا ہے کہ گرد و پیش سے وہ مکمل طور پر بے خبر ہیں۔ اس سحر سے انہیں نکالنے کا کوئی راستہ سر دست سجھائی نہیں دیتا۔ لگتا ہے شاید وہ خود بھی اپنا راستہ درست کرنے کی بجائے فلموں، ڈراموں اور محافل موسیقی کے بحیرۂ مردار میں غرقاب ہونا پسند کرتے ہیں۔ دین بیزاری کا دیو استبداد سب کچھ نگل جانے کی نامشکور سعی کر رہا ہے لیکن یہاں ہر متنفس اس کا مقابلہ کرنے سے صرف گریزپا ہی نہیں بلکہ روشن خیالی، اعتدال پسندی، رواداری اور جمہوریت پرستی کے نام پر اس عفریت کو خوش دلی سے گلے لگائے جا رہا ہے۔ نتیجتاً مُلّا کو اپنے کوہ و دَمن سے نکال باہر کرنے کا سامان کیا جا رہا ہے۔ ابدی سچائیوں کے علمبردار کو اس حیوانی معاشرے نے گالی دینا فیشن بنا لیا ہے۔ پہلے متحدہ مجلس عمل انہیں ہضم نہیں ہوتی تھی اب جمعیت علماء اسلام کا بھارت سے ہو کر آنے والا وفد دل شیطاں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔

غیر جانبدار تجزیہ نگار اچھی طرح جانتے ہیں کہ جے یو آئی لیڈرز کا دورۂ بھارت موجودہ سیاسی کلاونتوں کو آئے دن پڑنے والے بھارتی دوروں سے کہیں زیادہ کامیاب رہا۔ علماء نے اپنے تئیں بلاشبہ انتہائی زیرک ثابت کیا ہے۔ ایک ’’پشتینی دشمن‘‘ اخبار نے من گھڑت بیانات اور انٹرویو شائع کر کے خبث باطن کا بھرپور مظاہرہ کیا لیکن کیا کیجیے گا کہ چاند پر تھوکا ہوا اس کے اپنے ہی منہ پر پلٹ آیا۔ اب وہ اس طرح چپ سادھے ہوئے ہے کہ چھوؤ تو جان نہیں کاٹو تو خون نہیں۔ ایک طوفان بدتمیزی تھا جو برپا کیا گیا۔ مقصد صرف یہ کہ مولوی کو اب برا بھلا کہیں۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے ووٹرز ان سے نفرت کرنے لگیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ نظریۂ پاکستان کے علمبردار اور ٹھیکیدار عوام کالانعام میں یہ شعور اجاگر کرتے کہ سامراج دشمن علماء ہی وطن کا بیڑہ پار کر سکتے ہیں، انہیں مضبوط کیا جائے۔ ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر عالمی استعمار سے پنجہ آزمائی کی جائے۔ مگر اسے کیا کہیے کہ سخت نازک حالات میں بھی کھلنڈرے پن کو اختیار کیا گیا۔ انتخابات کے فوری بعد راقم نے اپنے کالم میں متحدہ

مجلس عمل کے زعماء سے گزارش کی تھی کہ ''ان کی اس جزوی کامیابی کے خلاف آج ہی سے سازشوں کا جال بچھانا شروع کردیا گیا ہے کچھ اپنوں اور بہت سے غیروں کی شدید خواہش ہے کہ سابقہ اتحادوں کی طرح یہ اتحاد علماء بھی جلد از جلد ارتحال آشنا ہوجائے۔اس کھیل میں ''اقتدار یئے'' بھی برابر کے شریک ہیں۔'' آج وہی کیفیات سامنے ہیں۔سازشیں مکمل ہوچکی ہیں اور ان کے سازشی' سہانے خواب دیکھ رہے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے برخود غلط کاوش کارسازشیوں کے سپنے چکنا چور کردیئے جائیں۔مجلس عمل کا موجودہ رویہ کہ حکومت سے ڈائیلاگ کیا جائے' وقتی تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کا طریقہ ہے جس پر وہ قابل تحسین ہے۔

ایک کالم نگار نے لکھا ہے کہ:

''بہرکیف صاف نظر آرہا ہے کہ مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے ٹوٹنے کا عمل شروع ہوچکا ہے۔جس کے جاری رہنے کی صورت میں تو توقع رکھی جاسکتی ہے کہ امریکہ کی مخالفت کا زور ٹوٹ جائے گا۔امریکہ اور پاکستان کی دوستی کو مستحکم کرنا آسان ہوجائے گا اور مسئلہ کشمیر پر سمجھوتے کی راہ میں مذہبی جماعتوں نے جو رکاوٹ ڈال رکھی ہے۔وہ تقریباً غیر موثر ہوجائے گی۔''

فاضل کالم نگار نے جن حسرتوں کا اظہار کیا ہے' دعا ہے' ان کے غنچے بن کھلے ہی مرجھا جائیں۔مجھے یقین ہے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ کی قیادت میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ اور جناب قاضی حسین احمد مع دیگر رفقاء مذہبی جماعتوں کے اس دل نشیں گلدستے کو بفضلہ تعالیٰ بکھرنے نہیں دیں گے۔میرے دوست نے یہ رائے شاید اس لیے قائم کی ہے کہ اے آر ڈی کی جماعتوں نے دینی اتحاد کے خلاف بیان بازی شروع کردی ہے۔اور جے یو آئی کے وفد کی بھارت میں موجودگی کے دوران مکروہ پراپیگنڈہ کے زیر اثر دو چھوٹی سی جماعتوں نے متحدہ مجلس عمل سے نکلنے کے اعلانات کئے جنہیں ایک مخصوص اخبار نے خاص جگہ دی تھی۔یہ الگ بات کہ مذکورہ جماعتیں اس اتحاد میں باقاعدہ شامل ہی نہیں تھیں تو ان کے نکلنے نہ نکلنے کا کیا نفع نقصان ہوسکتا ہے۔یہ مذہبی اتحاد ٹوٹنے کی علامت کیونکر بن سکتی ہیں۔رہی بات اے آر ڈی کی تو سوال پیدا ہوتا ہے اس میں شامل جماعتوں نے جب علماء سے حسن سلوک کیا ہی نہیں تو ان کی طرف سے ایسی ہم آہنگی کی توقع کیوں رکھتی ہیں۔جب اس سیاسی میلے کے بزرگِ باراں دیدہ PPP سے مفاہمت کرکے قومی کشمیر کمیٹی کی چیئرمینی سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں تو علماء کے جمالی سے مذاکرات انہیں حرام کیوں لگتے ہیں؟ راقم کا خیال ہے کہ سرحد حکومت کو مستحکم کرکے اگر متحدہ مجلس عمل اپنے ووٹروں کے مسائل کم کرنے اور کئے گئے وعدوں کے مطابق وہاں محدود پیمانے پر نفاذِ شریعت کا عمل تیز کرنے کے لیے مذاکرات کی رہ پر چلتی ہے تو یہ ان کا حق ہے۔اس پر کسی کو معترض نہیں ہونا چاہیے۔یہ دور حاضر کی ٹھوس حقیقت ہے کہ علماء کرام کی سیاسی دانشمندی پر ان کے ناقد انگشت بدنداں ہیں۔انہوں نے کس کو لاٹھی بنایا ہے نہ کسی کی لاٹھی بنے ہیں' وہ جس منزل کے راہی ہیں' ARD اس سے کوسوں دور ہے۔یہ ایک کھلا راز ہے جسے خود اے آر ڈی کے بزرجمہر بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔انہیں صرف یہی تکلیف ہے کہ وہ اپنی بندوقیں علماء کے کندھوں پر رکھ کر نہیں چلا سکے اور یہ بوجھ بھی خود انہی بانکے سجیلے

لوگوں کو اٹھانا پڑ گیا ہے جبکہ بوریا نشینوں نے کچھ کر گزرنے کی ٹھان لی ہے۔ وہ ہر مسئلہ کا پرامن حل تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہی پیغام وہ بھارت کو بھی بہت اچھے انداز میں پہنچا آئے ہیں۔ تعجب ہے کہ جن لوگوں نے پچپن برس تک وطن عزیز کا لہو جونک کی طرح چوسا اور کشمیر ایشو پر کوئی کارکردگی دکھانے سے محروم رہے‘ وہی قاصر ہمت لوگ آج مذہبی اتحادوں کو مسئلہ کشمیر کے حل میں رکاوٹ قرار دینے لگ گئے ہیں۔ اسے کہتے ہیں ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے‘‘ یاد رکھیے! یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لایعنی طرزِ عمل سے اُس چمن کی نئی نسلوں کو اداسیوں کے مہیب غاروں میں دھکیل دیا ہے۔ اب ان پر ہیجانی و ہذیانی کیفیات طاری ہیں۔ انہوں نے سوچ کی طنابیں کھینچیں‘ اس کے پاؤں میں ہمہ نوعی افلاس کی گرہیں ڈالیں اور عمر کے لمبے سفر کو یاس آلودہ کر دیا۔

مسافرانِ آخرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (’’ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں‘‘)

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں ‘انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے

☆ ریاض احمد رحمانی مرحوم (خیر پور ٹامے والی) حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے دیرینہ معتقد تھے۔

☆ حاجی امداد اللہ نیازی مرحوم (مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حاجی غلام رسول نیازی کے برادرِ اصغر اور حضرت صوفی عبدالرحیم نیازی رحمہ اللہ کے فرزند۔ فیصل آباد۔ ۱۸راگست)

☆ اہلیہ مرحومہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمتہ اللہ علیہ ☆ ملک محمد مشتاق مرحوم (ملک محمد یوسف صاحب کے چچا۔ ۱۰راگست‘ لاہور)

☆ ملک محمد طاہر مرحوم (یکم جون‘ لاہور) ہمارے دیرینہ کرم فرما اور مخلص معاون تھے۔

☆ ملک افتخار الزماں مرحوم (۱۹راگست‘ لاہور) ملک محمد طاہر کے چھوٹے بھائی تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا خصوصی اہتمام کریں۔ (ادارہ)

دعائے صحت

☆ ممتاز دانشور، افسانہ نگار اور ہمارے مخلص دوست محترم جاوید اختر بھٹی (ملتان)

☆ الیاس میراں پوری کے ماموں‘ محمد رمضان (میلسی) ☆ عبدالرحمٰن جامی نقشبندی (جلال پور پیر والا‘ ضلع ملتان)

☆ محمد اویس (برادر محمد عاطف‘ ملتان) ☆ حاجی غلام رسول قریشی (گلگشت کالونی‘ ملتان) ☆ حاجی محمد طیب، حاجی معین الدین (بستی باوا صفرا‘ ملتان) ☆ محترم حکیم عطا یزدانی (ملتان) ☆ ملک محمد یامین (حلوائی‘ امیر آباد‘ ملتان) ☆ چودھری اختر علی و اہلیہ ‘ محمد وسیم ولد چودھری اختر علی (جنرل بس سٹینڈ‘ ملتان)

اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو صحت کاملہ عطاء فرمائے۔ (آمین) قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

عبدالرشید ارشد (جوہر آباد)

مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی

مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی، ہر دور میں ہر قوم کا مقدر رہی ہے مگر مسلمہ امریکی دہشت گرد نے اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہود کے ایما پر جس طرح اسے مسلمانوں کے کھاتے میں ڈالا گیا، زندہ ضمیر اس سے گھن کھاتا ہے ۔مسلمانوں میں مذہبی دہشت گردی تلاش کرنے والے اپنے ماضی کو فراموش کئے بیٹھے ہیں۔حالیہ دور میں آئرلینڈ میں مذہبی انتہا پسندی کے کرشمے بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہیں۔

اسلام امن وآشتی کا مذہب ہے؛ جس نے عرب معاشرے سے بدترین دہشت گردی کا عملاً خاتمہ کر کے خطۂ عرب میں ایسا پرسکون اور خوشحال معاشرہ تشکیل دیا کہ تاریخ اس جیسا پرامن معاشرہ سامنے لانے سے قاصر ہے۔مدینہ کے یہود مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کو انگیخت کرنے میں مصروف دیکھے جاتے رہے تا آنکہ انہیں نکال باہر کیا گیا جس پر وہ زخمی سانپ کی طرح انتقام پر تل گئے۔افغانستان کا امن آج کے دور کی حقیقت تھی۔

یمنی عبداللہ بن سبا نے منافقت کے لبادے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے جس دہشت گردی کو خوامخواہ اسلام کے کھاتے میں ڈالا اور پھر اسے مختلف موڑ دیتا ہوا خلافت راشدہ کے اختتام تک لے گیا، اس کا اسلام اور مسلمانوں سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔یہودی ہتھکنڈوں نے دہشت گردی سے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کروایا اور بعد میں حسن بن صباح اُسی کے مشن کو آگے بڑھاتا رہا۔تاریخ سب کچھ محفوظ کئے ہوئے ہے۔

مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کا بیج حسن بن صباح کے ساتھ ختم نہ ہوا بلکہ اس کی ذریت اسے آج بھی تازہ بہ تازہ رکھنے کے لیے مصروفِ عمل ہے۔اس کی ایک مثال موقر جریدہ ''اردو ڈائجسٹ'' لاہور کی ایک سابقہ اشاعت سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو اس پوری صورت حال کو سمجھنے میں ممد ومعاون ہے۔ہم یہاں اس روداد کا خلاصہ دے رہے ہیں۔

> ''تقسیم ہند سے قبل ہندوستان کی ایک ریاست میں، ایک انگریز فوجی افسر تعینات تھا جو راجہ صاحب والیٔ ریاست سے بہت قریب تھا۔تقسیم ہند کے بعد وہ واپس انگلینڈ چلا گیا۔راجہ صاحب جب کبھی انگلینڈ جاتے، اُس سے ملاقات ہوتی۔کئی سال پیشتر راجہ صاحب انگلستان گئے تو حسب سابق اُس انگریز افسر سے ملاقات ہوئی۔اُس نے راجہ صاحب کو سیر کی دعوت دی تو راجہ صاحب نے کہا کہ اکثر یہاں آتا رہتا ہوں۔سارا انگلستان دیکھا بھالا ہے کوئی نئی چیز ہو تو دیکھیں۔انگریز افسر دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔دوسرے روز وہ آیا تو کہنے لگا کہ راجہ صاحب آپ کو نئی چیز دکھا سکتا ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ آپ کو میری گاڑی میں چلنا ہوگا۔آپ آنکھیں اور کان کھلے رکھیں گے مگر زبان بند رہے گی۔سوال وجواب واپس پہنچ کر ہوں گے۔وہاں مکمل احتیاط کی جائے گی۔اس وعدے کے ساتھ راجہ صاحب انگریز افسر کے ساتھ اس کی گاڑی میں روانہ ہوگئے۔آبادی سے

۱۴،۱۵ میل ایک جنگل کے باہر خستہ سی عمارت کے پاس ایک گاڑی کھڑی تھی۔ اس کے ساتھ گاڑی پارک کر کے انگریز میزبان نے راجہ صاحب کو دوسری گاڑی میں بیٹھنے کو کہا اور پھر یہ گاڑی گھنے جنگل میں داخل ہوگئی۔ چند میل کی مسافت طے کرنے پر ایک پرانی قلعہ نما عمارت کے باہر گاڑی روک کر دونوں حضرات اندر داخل ہوگئے۔

راجہ صاحب دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس الگ تھلگ مقام پر صاف ستھرا مختلف انداز کا عربی لباس پہنے نوجوان قرآن وحدیث وفقہ کی تعلیم میں مصروف ہیں۔ کسی کا گُترا (رومال) سرخ ہے، کسی کا سفید ہے تو کسی کا سبز ہے۔ الگ الگ ٹولیوں کی شکل میں تدریس وتعلّم جاری ہے۔ کچھ وقت گزار کر واپس ہوئے۔ جنگل سے نکل کر جب وہ انگریز بہادر کی کار میں بیٹھے تو راجہ صاحب صبر نہ کر سکے اور تفصیل پوچھی۔ اُسے بتایا گیا کہ ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ یہ سب یہودی یا عیسائی ہیں۔ انہیں جس جس علاقے میں بھیجنا مقصود ہے، وہاں کا مخصوص لباس اور مخصوص لہجہ اپنانے کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت وفقہ کی تربیت دی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے متنازعہ مسائل کو اچھالنے اور خلیج وسیع سے وسیع تر کرنے کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ مہارت حاصل کرنے پر کوئی کویت میں داخل ہوگا تو کوئی سعودی عرب میں جہاں اختلافی مسائل کو یہ ہوا دیں گے۔''

یہ تو تھی اخباری رپورٹ۔ مڈل ایسٹ میں طویل قیام کے دوران راقم الحروف کا ذاتی تجربہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ فرق صرف شعبہ جات کا ہے۔ سلطنت اومان کے صوبہ ظفار میں ایک برطانوی فوج کے کپتان بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر زراعت خدمات سرانجام دیتے تھے۔ عمانی لہجے میں اس روانی کے ساتھ عربی بولتے تھے کہ عمانی بھی انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ گورنر ظفار کے ہاں ایک امریکن پرائیویٹ سیکرٹری تھے جو انگریزی کے بجائے عربی پڑھنے، لکھنے، بولنے اور ٹائپ کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ۷۰ کی دہائی میں اومان اور یمن کے بارڈر پر کشیدگی تھی اور اومانی سرحد پر کیمونزم روکنے اور سعودی عرب کو بچانے کے نام پر سعودی عرب سے ملنے والی خطیر امداد برطانوی تجوریوں میں چلی جاتی تھی۔

گویا سیاسی سطح پر دہشت گردی کو جنم دینے کے بعد اسے بھڑکائے رکھ کر امداد سمیٹتے رہنے کا ذریعہ کیپٹن مائک ٹیلر اور گورنر کے اس سیکرٹری جیسے لوگ تھے۔ انہوں نے اس پرامن علاقہ میں دہشت گردی کو جنم دیا اور مقامی آبادی کو ''تربیت'' دی۔ صوبہ ظفار کا کم وبیش ہر بدو کندھے پر خودکار رائفل رکھے گھومتا تھا۔ ایک بار ۱۲ نہتے پاکستانی مزدور اس عملی دہشت گردی کا نشانہ بنے۔

مذہبی انتہا پسندی کا بیج بونا، پھر اس کی آبیاری کرنا اور اسے تناور درخت بنا کر اس کی ہر شاخ کو دہشت گردی میں ڈھالنا یہود ونصاریٰ کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے۔ دونوں چیزیں اُن کے اہداف کی منزل کو قریب سے قریب تر کرتی ہیں۔ ہم یہ بات کسی مفروضے کی بنیاد پر یا محض تہمت کے نقطہ نظر سے نہیں کہہ رہے بلکہ وہ خود اس امر کی گواہی دیتے ہیں:

''ان اقدامات کی بنیاد پر ہم قدم بہ قدم، لحہ بہ لحہ (دہشت گردی سے) سب کچھ تباہ کر دیں گے......؟''

(Protocols-10:17-10)

''اقوامِ عالم کو اگر ہم سکھ کا سانس لینے کے لیے لمحات اور خطہ بخش دیں تو یہ کیسا رہے گا؟ مگر ایسا کبھی نہ ہوگا''

(Protocols-10:20-13)

یہ دعویٰ ہے یہود کا جو ہر جگہ حقیقی منصوبہ ساز ہیں ۔ یہ مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے حقیقی خالق اور نصاریٰ کے تربیت کنندگان ہیں۔اب آپ نصاریٰ کے سرخیل اور عالمی دہشت گرد امریکی سی آئی اے کی منصوبہ بندی ملاحظہ فرمائیے:

''......اِن سے نمٹنے کے لیے ہم متبادل حل کے طور پر مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں:

۱) مکمل خاتمے کی بجائے جزوی خاتمے پر اکتفا کیا جائے۔صرف ان رہنما شخصیات کوختم کیا جائے جو دوسرے ذرائع جن کا ہر ذکر کرنے والے ہیں قابو میں نہ آئیں۔ہم اس بات کوترجیح دیتے ہیں کہ ان شخصیات کا خاتمہ ایسے طریقوں سے کیا جائے جو بالکل طبعی اور فطری ہوں۔(مثلاً فضائی یا زمینی حادثے۔ارشد)

۲) ان (دینی وسیاسی) کی قیادتوں کو باہمی شکوک وشبہات سے باہم ٹکرا کر اختلافات کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کیا جائے تاکہ باہمی سر پھٹول سے ان کے لیے تعمیری کام ممکن نہ رہے۔

۳) مذہبی فروعی اختلافات کی خلیج کو وسیع تر کرتے رہنے پر توجہ دی جائے۔نوجوان ذہنوں پر خصوصی توجہ دی جائے۔''(ماضی کے سپاہ محمد اور لشکر جھنگوی اور بعض طلبا تنظیموں کی مثال سامنے رکھیں۔ارشد)(اقتباس: خطۂ رچرڈ بی مچل)

سی آئی اے' جو امریکہ کی عالمی دہشت گرد جاسوسی تنظیم ہے۔اس کے ایک ذمہ دار افسر نے ایک مسلمان ملک میں اپنے نمائندے کو' جو طویل خط لکھا تھا (بشکریہ ''الدعوۃ'' الکویت) اس کا صرف ایک حصہ اختصار کی مجبوری سے آپ کے سامنے رکھا ہے۔اب آپ ہی کہیے کہ اہم شخصیات کو راستے سے ہٹانے کے لیے (''طبعی'' اور ''فطری'') کارروائی دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے؟ مذہبی فروعی اختلافات کی خلیج مذہبی انتہا پسندی نہیں تو اور کیا ہے۔یہ درست کہ کارندے متعلقہ ملک سے لئے جائیں گے۔میر جعفر ومیر صادق باہر سے تو نہیں آئے تھے۔اسی طرح اسرائیلی ''موساد' بھارتی ''را'' امریکی ''سی ائی اے'' یا ''ایف بی آئی'' اور روسی ''کے جی بی'' کے اپنے تو صرف نگران اور منصوبہ ساز ہی ہر ملک میں ہیں۔منصوبہ پرعمل کرنے کے لیے دینی سیاسی جماعتوں میں ''گھس بیٹھیے'' ایجنٹ تو اسی ملک کی بے ضمیر و بے حمیت ہوس پرست نسل ہے۔جو فی الاصل اس ملک کی نہیں۔دشمن کے زرخرید بے ضمیر و بے حس ایجنٹ بظاہر مسلمان قرار دیئے جاتے ہیں۔حالانکہ اُن کا اسلام اور مسلمانوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔دوران حج، دوران طواف وسعی حاجی حضرات کی جیبیں کٹ جاتی ہیں کیا یہ کام حاجی کرتے ہیں؟ نہیں بلکہ حاجی کے بھیس میں جیب کترے اور لٹیرے یہ کام کرتے ہیں بعینہٖ اسی طرح مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خالق یہود اور عامل نصاریٰ ہیں جبکہ بعض ''معمول'' مسلمان کہلوانے والے ہیں۔ایسے ایجنٹ لاکھ کہیں' ملک سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی دین سے ہے۔

اُندلس میں ناعاقبت اندیش ابو عبداللہ کے کلیسا کے سامنے کلمۂ اطاعت کہنے کے بعد پیروانِ کلیسا نے جس مذہبی دہشت گردی کا ریکارڈ قائم کیا تھا اُسے ماضی کا قصۂ پارینہ کہہ کر نظر انداز کر دیجیے۔مگر بی بی سی کی اس خبر کو آپ کس کھاتے میں ڈالیں گے جس میں بتایا گیا ہے کہ بش اور بلیئر کی ذریت IRA کے مذہبی انتہا پسندی کی تربیت دینے کا مرکز آئرلینڈ میں پولیس چھاپے کی زد میں آیا ہے۔آئرلینڈ کیتھولک اور پروٹسنٹ دونوں ہی پیروانِ مسیح ہونے کے دعوے دار ہیں جو امن وآشتی کا پیغام لائے تھے۔

پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی کی (Roots) کمین گاہیں تلاش کرنے والے اپنی چارپائی کے نیچے اگر جھانک سکتے تو

برطانیہ، امریکہ، اسرائیل اور بھارت کے علاوہ روس تک میں مذہب اور کیمونزم کے نام پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے بکھرے شواہد اس کثرت سے ملتے کہ نیندیں حرام ہو جاتیں مگر نیند تو ضمیر کے جاگنے کے ساتھ مشروط ہے۔ بے ضمیر کا جب ضمیر ہی مر چکا ہو تو نیند کا کیا سوال۔

بھارت کے احمد آباد میں گزشتہ نصف صدی سے تسلسل کے ساتھ جو ہو رہا ہے وہ اگر مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی نہیں تو کیا ہے؟ مقبوضہ کشمیر میں ۷ لاکھ بھارتی فوج منظم انداز میں جو کچھ روا رکھے ہوئے ہے اسے آپ کس نام سے پکاریں گے؟ ارض فلسطین میں اسرائیلی فوج جس طرح روزانہ کئی بے گناہوں کے خون سے ناشتہ کرتی ہے۔ عالمی ضمیر اسے دہشت گردی کہتے گھبراتا ہے کہ وہ یہود کے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کا مقروض ہے۔ سچائی مستقبل کے قرضوں کا راستہ بند کر دے گی۔ سودی قرض کے چنگل میں آ کر ضمیر کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔

برطانیہ کے کئی شہروں میں جب غنڈے منظم انداز میں غیر برطانوی لوگوں کے محلوں میں یلغار کرتے ہیں تو وہ بھی دہشت گردی نہیں ہے کہ مہذب ملکہ برطانیہ کے ملک کا ہر برطانوی ''مہذب'' ہے۔ بعینہٖ اسی طرح امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے خود ساختہ وقوعے کو بہانہ بنا کر اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک، ان کی مساجد کی بے حرمتی اور جان و مال کا اتلاف بھی نہ مذہبی انتہا پسندی ہے اور نہ ہی دہشت گردی ہے کہ بش اور اس کا ملک ہر مہذب سے بڑھ کر ''مہذب اور شائستہ'' ہیں۔ جس کا ذائقہ ماضی میں صدر پانامہ اور دوسرے بہت سے چکھ چکے ہیں۔ جس ''تہذیب و شائستگی'' پر افغانستان اور عراق کا بچہ بچہ گواہی دے رہا ہے بلکہ افغانستان کا دشتِ لیلیٰ اور عراق کا میدانِ کربلا ریت میں دبی لاشوں کے ساتھ گواہ ہے۔ ایسے ''مہذب اور شائستہ'' چشم فلک نے کب دیکھے ہوں گے؟

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ''مذہبی انتہا پسندی'' کو ''را''، ''موساد'' اور ''سی آئی اے'' نے جنم دیا۔ انتہا پسندی کی تربیت کے لیے نرسریاں اُن کی منصوبہ بندی سے اور ہمارے بڑوں کی غفلت سے منظم ہوئیں۔ عبداللہ بن سباء کی اولاد دونوں کیمپوں میں موجود رہی۔ اہل وطن اس بات پر گواہ ہیں۔ انتہائی غیر معروف کاغذی تنظیموں کے نام سے اختلافی مسائل پر، حقوق کے مطالبوں پر، مبنی پوسٹر راتوں رات دیواروں پر لگے اور پھر پندرہ بیس دن اسی طرح کی نام نہاد کاغذی تنظیموں کی طرف سے جوابی حملے پر مبنی پوسٹر لگے جو قوم میں بے چینی پیدا کرتے ہیں۔ ہم یہ بات کسی مفروضے کی بنیاد پر نہیں کہہ رہے۔ عرصہ سے سرائیکی صوبہ کے مطالبہ پر مبنی ایک اشتہار ہم نے سنبھال رکھا ہے۔ جس پر کسی فرد کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وجود نہ رکھنے والی تنظیم کی طرف سے ہے۔ یہی کچھ بارشوں میں اُگی بے شمار کھمبیوں جیسی ایک ایک فرد پر مشتمل دینی، سیاسی جماعتوں کا ہے جن کے نام استعمال کر کے اتحادِ امت کو پارہ پارہ کیا گیا ہے اور بدستور کیا جا رہا ہے اور جس طرف کسی کا دھیان نہیں ہے۔

آج ضرورت ہے کہ پوری شدت کے ساتھ ''مذہبی انتہا پسندی'' اور ''اسلامی دہشت گردی'' کہنے والوں کا دلائل سے منہ بند کیا جائے۔ انہیں آئینہ دکھایا جائے تاکہ وہ اپنے مکروہ چہرے دیکھ کر منہ بند کر سکیں۔ معذرت خواہانہ رویہ بزدلی ہے اور یقین کیجئے اسلام بزدلوں اور نامردوں کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام کی جھولی میں سچائی ہے اور سچائی کبھی بزدل نہیں ہوتی۔

فوری ضرورت ہے

گذشتہ پانچ برس سے دینی تعلیم کے میدان میں سرگرمِ عمل منفرد ادارہ

مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات

گلشنِ ملتان۔ سمیجہ آباد نمبر 1، ڈاکخانہ جاوید نگر۔ ضلع ملتان

اپنی شاندار تعلیمی خدمات کے سبب الحمدللہ روز افزوں مقبولیت کی طرف جارہا ہے' اس وقت مدرسہ ہذا میں زیرِ تعلیم بچیوں کی تعداد 257 سے تجاوز کرگئی ہے۔ ادارہ ہذا طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے سبب مزید گنجائش کا متحمل نہیں رہا لہذا منتظمین ادارہ کی جانب سے فیصلہ کیا گیا ہے کہ مستقبل کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر مدرسہ سے ملحق ایک قطعہ زمین جو دس (10) مرلہ پر مشتمل ہے خرید کر مدرسہ ہذا کی توسیع کردی جائے، چنانچہ اس ضمن میں الحمدللہ کافی پیش رفت ہوچکی ہے اور تقریباً نصف رقم کا بندوبست بھی اللہ کے فضل وکرم سے کیا جاچکا ہے جبکہ بقیہ نصف رقم جو کہ 2 لاکھ بچاس ہزار روپے بنتے ہیں۔ فوری ضرورت ہے راہِ خیر میں خرچ کرنے والے مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اس دینی ضرورت واہمیت کے کام کی تکمیل کے لئے آگے آئیں اور طالبات کے دینی تعلیمی مرکز کے توسیعی پروگرام میں عملی شمولیت اختیار کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔

فوری رابطہ کے لئے: **محمد شاہد رفیع**

منتظم مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات سمیجہ آباد نمبر 1
ڈاکخانہ جاوید نگر۔ پلاٹ نمبر 143 سٹریٹ نمبر 4 گلشنِ ملتان
Ph.772993-Mob.0333-6103288

پنجاب بنک اکاؤنٹ نمبر P-L-S:2195 چوک کمہاراں والا برانچ ملتان

محمد اظہار الحق

ہیرو

ایک دانشور دوست نے پوچھا ہے کہ اس قوم کے ہیرو کون ہیں؟ اتفاق سے اسی دن اخبار میں ایک مراسلہ چھپا ٗجس میں اس بات پر تاسف کا اظہار کیا گیا تھا بلکہ شرم دلائی گئی تھی کہ ہمارے ہیرو ہماری توجہ سے محروم ہیں اور ہم من حیث القوم اس قابل ہی نہیں کہ قدرت ہمیں ہیرو عطا کرے۔ وجہ یہ تھی کہ ایک بڑے کرکٹ سٹار پر کسی من چلے نے تنقید کر دی تھی اور یہ بات مراسلہ نگار کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

مراسلہ نگار نے یقیناً بہت سے پاکستانیوں کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔سوال یہ ہے کہ پاکسانیوں کی اکثریت کن لوگوں کو اپنا ہیرو سمجھتی ہے؟ لیکن اس سے بھی پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانیوں کی اکثریت اس معاملے میں آزاد ہے کہ کن لوگوں کو اپنا ہیرو سمجھے اور کن کو ہیرو تسلیم نہ کرے؟

ہیرو کا نام سن کر اکثر لوگوں کے ذہن میں خوبرو اور دلکش شخصیت کے مالک ٗایک جوان رعنا کا تصور آتا ہے جو تازہ ترین فیشن کی پوشاک زیب تن کئے ہوئے ہے، اس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں، گلے میں سنہری لاکٹ ہے، اڑتے ہوئے بالوں کی لٹ ماتھے پر گری ہوئی ہے۔ وہ کسی خوبصورت لڑکی کو غنڈوں سے چھڑا رہا ہے یا درخت کی شاخ پکڑ کر محبت کا گیت گا رہا ہے یا پھر تماشائیوں کے ہجوم میں زبردست انداز میں بالنگ کر رہا ہے۔ بیٹ ہاتھ میں پکڑے چوکے اور چھکے لگا رہا ہے۔ امیر اور خوبصورت عورتوں میں گھرا ہوا ہے۔ عوامی بہبود کے لیے اس نے جو منصوبہ پیش کیا ہےٗ اس کے عشائیوں کا ٹکٹ دو دو ہزار روپوں کا ہے۔ استانیاں ٹکٹوں کی کاپیاں بچوں میں دیوانہ وار تقسیم کر رہی ہیں اور ننھے منے بچے گھر گھر جا کر لوگوں کی منتیں کر کے ٹکٹ فروخت کرنے کے جتن کر رہے ہیں۔

یہ ہیں ہمارے ہیرو! انہیں کو ذرائع ابلاغ ہیرو بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اخبارات اور ہفت روزوں کے صفحوں کے صفحے ان کی بڑی سائز کی رنگین تصویروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ صبح شام ان کے انٹرویو شائع ہو رہے ہیں۔ ان کے معمولات، عادات ذاتی زندگی کی تفصیلات، معاشقوں کے اتار چڑھاؤ اور ایک ایک لمحے کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ ان کی عید کیسے گزری، انہوں نے سویاں کس طرح کھائیں۔ انہوں نے قربانی کے بکرے کس سائز کے ذبح کئے۔ انہوں نے پتنگیں کیسے اڑائیں، بچپن میں سکولوں سے کیسے بھاگے، ماں باپ کی نافرمانیاں کس کس طرح کیں۔ بیویوں سے علیحدگی کس کس وجہ سے ہوئی، پسندیدہ رنگ کون سا ہے، صابن کون سا استعمال کرتے ہیں، کس برانڈ کی شیونگ کریم کو

شرف بخشتے ہیں۔ یہ سب تفصیلات شائع ہوتی ہیں اور بار بار شائع ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کو حفظ ہو جاتی ہیں۔ ریڈیو سے انہی کی تذکرے نشر ہوتے ہیں۔ ٹیلی ویژن کے ہر چینل پر انہیں کے اشتہار، انہیں کے انٹرویو اور انہیں کی کارکردگی کے تجزیئے ہوتے ہیں۔

ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ہمارا ہیرو وہ کسان نہیں جو کھدر کے کپڑے پہنے چلچلاتی دھوپ میں گندم بوتا ہے اور کاٹتا ہے۔ وہ گندم جس کی بنی پیسٹریاں، ڈبل روٹیاں اور نان محلات میں اڑائی جاتی ہیں اور خود وہ کسان لسی اور چٹنی سے سوکھی روٹی کھاتا ہے۔ ہمارا ہیرو وہ مزدور نہیں جو سیاہ رنگ کی ڈانگری پہنے لوٹا کوٹتا ہے اور جن کی مشقت کی وجہ سے پوری قوم آرام و عشرت کی زندگی گزار رہی اور جو خود قوت لایموت پر گزر اوقات کر رہا ہے۔ ہمارا ہیرو وہ سپاہی نہیں جو کئی کوئی موسم زمین دوز مورچوں میں اور برف کے طوفانوں میں گزار دیتا ہے تاکہ دوسرے آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکیں اور جس کی ہڈیاں ٹینکوں کے نیچے کڑ کڑاتی ہیں تاکہ قیمتی ساز و سامان سے بھرے ہوئے گھر آگ کے شعلوں سے بچ سکیں۔ ہمارا ہیرو وہ بندوقچی نہیں جس نے پھٹے ہوئے کپڑوں اور الجھے ہوئے بالوں کے ساتھ ہماری سرحدوں سے ان سوویت فوجوں کو پرے دھکیلا، جن کے ہاتھ ہمارے نرخرے پر تھے۔ ہمارا ہیرو وہ کشمیری نوجوان نہیں جو اپنے گھر ماں باپ بھائی، بہنوں اور اپنی آنکھوں، بازوؤں، ٹانگوں حتیٰ کہ جان کی قربان دے کر اس برہمن کو روک رہا ہے۔ جس کی نظریں ہمارے گھروں کے دروازوں پر ہیں۔ ہمارا ہیرو وہ طالب علم نہیں جو کسی کچے گھروندے میں لالٹین کی روشنی میں یا کسی گلی میں کمیٹی کے بلب کی دھندلی روشنی میں پڑھ رہا ہے۔ ہمارا ہیرو عبدالستار ایدھی نہیں جو خلق خدا کے آسائش کے لیے گلی گلی بھیک مانگتا پھر رہا ہے۔ اس لیے کہ اس کے کپڑے معمولی ہیں اور اس کی شخصیت میں گلیمر نہیں۔ ہمارا ہیرو ڈاکٹر حمید اللہ ہے، نہ ڈاکٹر عبدالقدیر۔ ہمیں دانشور چاہئیں نہ عالم فاضل نہ سائنس دان نہ سماجی کارکن۔ ہمارے دلوں میں تو فلموں کے ہیرو دیکھ کر لہریں اٹھتی ہیں اور ہمارے دماغوں پر کرکٹ اور سکوائش کے سپر سٹارز حکمرانی کرتے ہیں۔ قوم کا ہر بچہ فلمی ہیرو بننا چاہتا ہے یا کھیل کا سپر سٹار اور اگر یہ تمام بچے فلمی ہیرو اور کرکٹ اور سکوائش بن گئے تو ہمارے پاس تو عرب بھائیوں کی طرح تیل کے چشمے اور سونے کی کانیں بھی نہیں۔ جن کی آمدنی سے ہم ڈاکٹر، انجینئر، مزدور اور لڑنے والے سپاہی درآمد کریں گے۔

مدت ہوئی ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں بصارت سے محروم ایک طالب علم نے تمام سوالوں کے صحیح جوابات دے کر کار جیتی تھی۔ پریس نے غلطی سے اس کا انٹرویو لے لیا تھا۔ اس نابینا بچے کی ایک بات یاد آ رہی ہے کہ یہاں گہرائی اور سنجیدگی کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی سٹیج پر محمد علی شہکی اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان اکٹھے ظاہر ہوں تو سارا ہجوم محمد علی شہکی کے اردگرد ہوگا اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان اکیلا کھڑا ہوگا۔

(بشکریہ: روزنامہ ''جنگ'' ۱۹ اگست ۲۰۰۳ء)

مولانا مشتاق احمد (چنیوٹ)

دینی مدارس...... چند توجہ طلب پہلو

برصغیر میں دینی مدارس کی تاریخ، نصاب اور نتائج پر برسوں سے اہل علم گفتگو کرتے آ رہے ہیں۔ دینی مدارس کے متعلق تین قسم کے نکتہ نظر پائے جاتے ہیں:

الف) ایک گروہ، درس نظامی کے چار سو سالہ نصاب میں کسی قسم کی تبدیلی کا روادار نہیں ہے۔ ان پر اتنا سخت جمود طاری ہے کہ باید و شاید، احقر نے بعض اہل علم کو یہ کہتے سنا کہ ''الحمدللہ میں نے تین دفعہ شرح جامی پڑھی ہے۔'' اس گروہ کا ایک طرز یہ بھی ہے کہ طلباء کو فنون کی بعض کتب حفظ کراتے ہیں۔ مثلاً شرح مائۃ عامل، کافیہ وغیرہ۔ راقم کو بعض ایسے ''حافظ'' طلباء سے طالب علمی دور میں ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ تیسیر المنطق ایک مغلق کتاب ہے اور طلباء کے لیے اس کو سمجھنا مشکل ثابت ہوتا ہے۔ اس مشکل کا ازالہ کرنے کے لیے بہت سی متبادل کتب لکھی گئیں لیکن چند ہی مدارس ہوں گے، جنہوں نے تیسیر المنطق کی جگہ تسہیل المنطق وغیرہ کو داخل نصاب کرنا گوارا کیا ہو۔ اس طبقہ کے جمود کی یہ چند مثالیں ہیں۔ احاطہ کرنے کے لیے تو ایک مقالہ درکار ہوگا۔

ب) دوسرا گروہ اس قدیم نصاب میں مناسب تبدیلیاں کرنے کا خواہاں ہے۔ مخدوم العلماء محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ، تبدیلی نصاب کے ایک دور میں پرجوش داعی تھے۔ لیکن وفاق المدارس کے سربراہ ہونے کے باوجود وہ یہ تبدیلیاں نہ لا سکے۔ معلوم نہیں کہ بعد میں ان کی رائے بدل گئی یا وفاق المدارس کو اسم مسمّٰی بنانے کا تقاضا غالب آیا اور دینی مدارس کو انتشار سے بچانے کے لیے وہ یہ قدم نہ اٹھا سکے۔

ج) تیسرا گروہ سیکولر ذہن رکھتا ہے اور ان کے پاس دینی مدارس کا ناطقہ بند کرنے کے لیے بے شمار اعتراضات ہیں۔ مثلاً:

۱) دینی مدارس ''بنیاد پرستی'' اور ''دہشت گردی'' کی تعلیم دیتے ہیں۔

۲) دینی مدارس میں عصری تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ وہاں ڈاکٹری، انجینئرنگ وغیرہ کے کورس نہیں کرائے جاتے۔

۳) مدارس کا نصاب یکسر بدل دینا چاہیے۔ دنیا چاند پر پہنچ گئی اور مولوی ہنوز صدیوں پیچھے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

۴) یہ مدارس فرقہ واریت پھیلانے کے مراکز ہیں۔

اس وقت پہلا گروہ بھی ہمارا مخاطب نہیں ہے کہ ہم ان کو جمود توڑنے پر قائل کرنے کے لیے دلائل دیں۔ تیسرے گروہ کے دینی مدارس پر اعتراضات، ہمارے نزدیک خلوص پر مبنی نہیں ہیں۔ زیادہ تر بیوروکریٹ اور حکمران اپنی آزادی کے لیے دینی مدارس کو خطرہ سمجھتے ہیں اور ان کے اعتراضات مدارس کو دبانے کے لیے ہوتے ہیں۔ خلوص رکھنے والے عناصر، ان معترضین میں بہت کم ہیں۔ تاہم ان کے اعتراضات کا واقعی جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کسی حد تک جائز ہیں اور ان کا

تدارک کیا ہے؟

احقر دوسرے گروہ سے تعلق رکھنے والے اکابرین کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہے۔ان سے التماس ہے کہ وہ ''ما قال'' پر نظر فرمائیں۔''من قال'' کو نظر انداز فرمادیں۔الحکمۃ ضالۃ المومن الحدیث کا تقاضا بھی یہی ہے۔جدید چیلنج کا مقابلہ اور عصری تقاضوں کی رعایت' دین اسلام کی بنیادی خصوصیت ہے۔نبی کریم ﷺ کا خانہ کعبہ کے طرزِ تعمیر کو تبدیل نہ کرنا' اس کی ایک واضح مثال ہے۔فقہ حنفی (جس کے ماننے والے برصغیر میں بھی کروڑوں کی تعداد میں ہیں) میں بھی عصری تقاضوں کی رعایت پر مبنی قواعد وضوابط موجود ہیں۔حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا **انا نستعدّ للبلاء قبل نزولها فاذا ماوقع عرفنا الدخول فيه والخروج منه**" مصیبت آنے سے پہلے اس کے مقابلے کے لیے ہم تیاری کر لیتے ہیں تا کہ جب وہ پیش آئے تو ہمیں معلوم رہے کہ اب کیا کرنا ہے۔''(تاریخ بغداد للخطیب صفحہ ۳۴۸ جلد ۱۳ مطبوعہ بیروت) اور مزید فرمایا **لو لا هذا لبقی الناس فی الضلالة** ''یہ تیاری نہ ہوتو لوگ گم کردہ راہ ہوجائیں۔''

(المناقب الکردری' صفحہ ۴۴ جلد ۱۔مطبوعہ حیدر آباد دکن بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم صفحہ ۱۵۔جولائی ۲۰۰۱ء)

دینی مدارس میں عصری تقاضوں کی رعایت کرنے کے متعلق مولانا رضوان القاسمی لکھتے ہیں:''جدید چیلنج کے مقابلہ اور عصری تقاضوں کی رعایت سے میری یہ مراد ہے کہ طالبانِ مدارس' درس گاہوں کے مضبوط حصار سے باہر نکلنے کے بعد جن حالات سے دوچار ہوں' وہ ان کے لیے نامانوس اور اجنبی نہ ہوں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجائیں کہ انہوں نے اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ ایک ایسے قلعہ میں بندرہ کر گزارا ہے جس کا باہر کی دنیا سے کوئی رشتہ نہ تھا بلکہ وہ اس پوزیشن میں ہوں کہ موجودہ تمدن جس کے رگ وپے میں الحاد و دہریت کا خون دوڑ رہا ہے جس میں علوم ومعارف کے ذریعہ خالق کائنات سے جڑنے کی بجائے ٹوٹنے اور قرار کی بجائے فرار کی تعلیم دی جاتی ہے۔اسلام اور اخلاقی سانچہ میں ڈھال کر مسلمان بناسکیں۔اسلام کے پیش کردہ نظام حیات اور اس کے تمام شعبوں پر انہیں گہری بصیرت حاصل ہو۔اسلام کے خلاف ہونے والے فکری اور نظریاتی اعتراضات سے بھی وہ نابلد نہ ہوں۔اس کا مسکت جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں۔نیز اس پیغام کو عام کرنے کے لیے داعیانہ کردار ادا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہوں اور اس کا جذبہ بھی اور اس پر کامل وقوف بھی۔''

(''دینی مدارس اور عصر حاضر'' صفحہ ۲۱۔۲۲ بحوالہ ''برصغیر کے دینی مدارس'' صفحہ ۲۳۔۲۴۔مولانا محمد عیسیٰ منصوری)

دینی مدارس کا آٹھ سالہ نصاب پڑھنے کے باوجود ایک فاضل درس نظامی جو مشکلات اپنے لیے محسوس کرتا ہے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱) آٹھ سال تک دینی تعلیم پانے کے باوجود وہ فاضل اتنی استعداد نہیں رکھتا کہ اسلام کی حقانیت پر کسی نجی یا عوامی مجلس میں آدھ پون گھنٹہ گفتگو کر سکے۔

۲) تحریر کا ملکہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔بعض دینی رسائل کے متعلق ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ ان کو شائع کرنا اور

قارئین کا پڑھنا۔ وقت اور وسائل کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں۔ اکثر فضلاء شستہ انداز تحریر سے محروم ہیں۔

۳) مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ کے متعلق کوئی مستند کتاب نصاب میں شامل نہیں ہے۔ جس کے نتیجے میں فضلاء تاریخ سے بے خبر رہ جاتے ہیں۔

۴) ہمارے فضلاء انگلش تو ایک طرف رہی۔ عربی بولنے اور لکھنے سے بھی قاصر ہیں۔ حالانکہ دور جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے انگلش اور عربی میں مافی الضمیر پر قدرت ضروری ہے۔ اس کے بغیر دین کی وسیع خدمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

۵) دینی مدارس کے اساتذہ کرام کو طریقہ تدریس کی تربیت دینے کے لیے کوئی منظم طریق کار موجود نہیں ہے۔ جس کے نتیجہ میں تعلیمی زوال جنم لے رہا ہے۔

آمدم برسر مطلب! امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کو ایک بار پھر دہرا لیجیے کہ ''مصیبت آنے سے پہلے اس کے مقابلہ کے لیے ہم تیاری کر لیتے ہیں تاکہ جب وہ پیش آئے تو ہمیں معلوم رہے کہ اب کیا کرنا ہے۔'' ہمارے دینی مدارس کی اس حد تک تو پلاننگ ہے کہ ان مدارس کی بدولت مساجد کے لیے مؤذن، امام اور خطیب وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ان عہدوں کے لیے کبھی اشتہار بازی نہیں کرنا پڑی۔ کبھی کسی مسجد میں ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ امام میسر نہ آنے کی وجہ سے دو چار وقت نماز باجماعت نہ ہوسکی ہو۔ لیکن عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کوئی اجتماعی منصوبہ نہیں ہے۔ اس کی ایک واضح مثال دینی مدارس کی اسناد کا بحران ہے۔

ہماری ناقص سمجھ کے مطابق یہ درست ہے کہ یہ بحران حکومتی اشاروں پر پیدا ہوا ہے اور اس کا مقصد مجلس عمل کو بلیک میل کرنا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ان سندوں کے متعلق حکومتی پالیسیوں میں واضح تضاد ہے۔ یہ سب درست لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا کبھی دینی مدارس کے ارباب بست وکشاد نے یہ سوچا کہ جہاں ہم خالص علماء تیار کر رہے ہیں وہاں ہم تخصص کے درجہ میں ہی سہی ہر سال دو چار علماء ایسے بھی تیار کرتے جو قدیم درسی تعلیم کے ساتھ جدید تعلیم کے مروجہ اسناد کے بھی حامل ہوتے جو کہ بوقت ضرورت کام آئے۔ حکومتی جبر کا آسانی مقابلہ کر لیتے۔ دینی مدارس کی اسناد کی اہمیت جتلانے کے لیے عجیب وغریب قسم کے مضامین شائع کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ہر سال جدید وقدیم تعلیم کا امتزاج رکھنے والے دو چار علماء کرام تیار کرنا' ہمارے دینی مدارس کی بالعموم اور جمعیت علماء اسلام اور دیگر دینی، سیاسی جماعتوں کی بالخصوص ذمہ داری ہے۔

اگر ہماری دینی، سیاسی جماعتیں واقعتہً قوم، ملک اور اسلام کا درد رکھتی ہیں تو ان جماعتوں کی لیڈر شپ کو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق سیکنڈ کمان تیار کرنا ہوگی۔ اس کے لیے اپنی انانیت وجاہ پرستی کو قربان کرنا ہوگا۔ حکومتی دباؤ کے مؤثر مقابلہ کے لیے یہ اقدام ضروری ہے۔ ورنہ آئے دن اس قسم کے بحرانوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وقت آجائے کہ مناسب تیاری نہ ہونے کے باعث لبنان، ترکی یا الجزائر والے حالات پیدا ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو:

''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''

انٹرویو: عثمان غنی اسراء

حکمران امریکا کے ایجنٹ ہیں
جب تک یہ طبقہ برسراقتدار ہے، ہماری آزادی بالکل ختم ہے

مجلس احرار اسلام کے سربراہ ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری کا ہفت روزہ ''وجود'' (کراچی) کو دیا گیا انٹرویو

ہندوستان کی سرزمین پر فرنگیوں کے خلاف جہد مسلسل کا دوسرا نام مجلس احرار اسلام ہے، جوں ہی احرار اسلام کا نام زبان پر آئے تو ذہن میں خود بخود ایشیاء کے عظیم خطیب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تصویر جھلملانے لگتی ہے۔ انہوں نے فرنگیوں پر سرزمین ہند کو تنگ کر دیا۔ وہ پاکستان کے معرض وجود میں آجانے کے بعد منکرین ختم نبوت کے لئے تا دمِ مرگ متحرک رہے۔ آج ان کی جماعت مجلس احرار اسلام کے شیدائی نہ صرف ملک کے طول وعرض میں ہیں، بلکہ ہندوستان اور بنگلہ دیش میں بھی موجود ہیں۔ ان دنوں اس جماعت کی قیادت شاہ صاحب کے سب سے چھوٹے فرزند ارجمند مولانا سید عطاء المہیمن بخاری کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ ۱۹۴۴ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے، قرآن پاک اور ابتدائی دینی تعلیم اپنی والدہ سے مکمل کی۔ اس کے بعد ملتان کے مدرسہ قاسم العلوم سے درجہ حفظ میں داخلہ لیا۔ اس کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے مختلف دینی درسگاہوں میں زیرتعلیم رہے۔ والد اور بڑے بھائیوں کی گرفتاریوں اور روپوشیوں کے باعث گھر کے انتظامات چلانے کی ذمہ داری ان پر ہی رہی۔ ۱۹۶۸ء میں مجلس احرار کی رکنیت سازی کی، اس دوران مختلف تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور متعدد بار جیل بھی گئے اس کے بعد ۱۹۷۴ء میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور ۱۹۹۰ء میں واپس پاکستان آئے۔ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کے خلیفہ مجاز ہیں اور اس لئے آپ کو جماعتی کارکن ''پیر جی'' کہہ کر پکارتے ہیں، آپ کے ملک بھر میں 'مریدین کی تعداد سینکڑوں ہزاروں میں ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری المعروف پیر جی نے بتایا کہ ان کی تربیت میں ان کے بڑے بھائی مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ کا بڑا عمل دخل ہے۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے جماعت کی سربراہی اور مجلس احرار کے زیرانتظام چلنے والے ۳۰ دینی مدارس کی نگرانی ان کے حوالے کی مجلس احرار کے چلنے والے ان کے مدارس کا الحاق وفاق المدارس الاحرار کے ساتھ ہے، جو مجلس احرار اسلام نے دینی مدارس کا ایک علیحدہ وفاق قائم کیا ہوا ہے۔ سید عطاء المہیمن بخاری انتہائی سادہ طبیعت کے مالک ہیں اور خاک نشینی پر فخر محسوس کرتے ہیں پیر جی بڑی مشکل بات کو آسان پیرائے میں اور بہت بڑی بات کو بڑی دلیری سے کہنے کے عادی ہیں، خطابت میں جوش و ولولہ انہیں اپنے والد سے میراث میں نصیب ہوا اور علم دوستی ان کے خاندان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ آپ حکومتِ وقت کو امریکا کا آلہ کار اور افغانستان میں امریکیوں کے خلاف جہاد کو اسی طرح جائز قرار دیتے ہیں کہ جس طرح ماضی میں روس کے خلاف جائز تھا۔ ان کو متحدہ مجلس عمل سے امید ہے کہ وہ ملک میں وسیع تر انقلاب کا پیش خیمہ بنے گی۔ وہ ایم ایم اے کی سیاسی حکمت عملی کے معترف ہیں۔ آپ گزشتہ دنوں جماعتی دورہ پر ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے تو ان سے ملکی وبین الاقوامی حالات پر گفتگو ہوئی جو نذر قارئین ہے۔

س: مسلمانوں کی دنیا بھر میں موجودہ پستی کا کیا علاج ہے؟

ج: جب تک تمام مسلم ممالک کفر کے خلاف متحد نہیں ہو جاتے اپنی انفرادیت کو قائم نہیں کرتے اس وقت تک انہیں مار پڑتی رہے گی طاغوتی طاقت امریکا، پورے عالم پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو روکنے کی ایک ہی شکل ہے جتنی تاویلیں کرلیں، ان

تاویلوں اور لمبے چوڑے بیانات سے مسئلہ حل ہونے کا نہیں جب تک اس کو زیر کرنے کا کوئی حل نہیں نکلتا۔ ہمارے پاس تمام وسائل ایٹمی قوت' انسانی قوت موجود ہے فوج ہمارے پاس موجود ہے' کون سے ذرائع ایسے ہیں جو ہمارے پاس موجود نہیں صرف ہمارے اندر احساس اور غیرت پیدا ہو جائے۔ ہم کفر سے اتنے خائف اور لرزاں براندام ہیں۔ مرنا تو ایک دن ہے اگر لڑ کر مر جائیں تو وہ بے غیرتی کی موت سے بہتر ہے اس وقت اس سے بہتر کوئی حل نہیں کہ اتحاد قائم کر کے کفر کے بڑھتے ہوئے ظلم کا مقابلہ کیا جائے۔

س: کیا موجودہ حالات میں ایسی کوئی صورت نظر آ رہی ہے کہ مسلم اُمہ اکٹھی ہو جائے گی یا بین الاقوامی سطح پر کوئی ایسا رہنما ہے کہ جو کہ مسلم اُمہ کی رہنمائی کرے۔

ج: ظاہری اعتبار سے تو ایک ہی ملک ہے جو باعتبار مسلمانوں کی قیادت کرنے کے قابل ہے وہ ہے المملکۃ السّعودیہ۔ پاکستان، مصر، ترکی، افرادی قوت اور فوجی قوت کی حیثیت سے بہت بڑے معاون ثابت ہو سکتے ہیں بشرطیکہ یہ تعاون کریں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ خود بخود ایسی کوئی طاقت ظاہر ہو جائے۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے، کسی ایک کو بڑا ماننا پڑے گا۔ اور ملائشیا کی جُرأت ہے یا مہاتیر محمد کی جُرأت ہے کہ اس نے اپنی طاقت سے بڑھ کر بات کی ہے اور وہ کچھ کہہ گیا کہ جو پاکستان سمیت دوسرے ممالک نہیں کہہ سکتے تھے۔

س: عراق پر جب امریکا نے حملہ کیا تو پوری امت مسلمہ کی ہمدردیاں عراق کے صدر صدام کے ساتھ تھیں اور جب اس نے پسپائی اختیار کی تو بڑے تواتر سے اس کو غدار کہا جانے لگا اس ضمن میں آپ کیا فرمائیں گے؟

ج: میں ذاتی طور پر بڑی مدت سے صدام کو مشکوک سمجھ رہا تھا اور موجودہ صورت میں عقل کام نہیں کرتی کہ اتنی بڑی غداری پوری فوج میں ہوگئی ہو' یہ بات عقل سے باہر ہے۔ افغانستان اور عراق کی تدبیر کو آپس میں ملانا درست نہیں ہے، افغانستان کی تدبیر درست تھی اور عراق کی تدبیر مشکوک تھی۔ صدر صدام کا کردار بعد میں انتہائی مشکوک ہو گیا تھا جس سے ملت اسلامیہ کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

س: امریکا کی جانب سے افغانستان، پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کی حکومتوں کے ذریعے دینی مدارس کے خلاف کارروائیوں کو آپ کی جماعت کس نظر سے دیکھتی ہے؟

ج: مؤقف بڑا واضح ہے کہ امریکا یا کوئی بھی کفریہ طاقت یہ سمجھتی ہے کہ دینی مدارس ہی وہ واحد مراکز ہیں جہاں سے مذہب سے لگاؤ رکھنے والے لوگ نکلتے ہیں اور دین کو ختم کرنے کے لئے امریکا دینی مدارس کے خاتمے کی تدبیریں کر رہا ہے۔ جن میں وہ قطعاً کامیاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ دینی مدارس دین کی بقا اور احیاء کا مرکز ہیں اور جہادی تنظیموں کے خاتمے کا مقصد مسلم اُمہ سے جہاد کو دور کرنا ہے اور جہادی تنظیموں کا خاتمہ کسی بھی مسلم اُمہ کے مفاد میں نہیں، ان کی بقا ضروری ہے۔

س: افغانستان میں جب روس کے خلاف جنگ تھی تو پاکستان سے لوگ جاتے تھے مذہبی جماعتیں بھی انہیں مجاہد کہتی

تھیں اور اس وقت ملک کے جید علماء کرام نے فتویٰ دیا تھا کہ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد جائز ہے آج بانگ دہل امریکا کے خلاف اس قسم کا فتویٰ کیوں نہیں دیا جارہا؟

ج: جیسے روس کے خلاف جہاد فرض تھا اسی طرح امریکا کے خلاف بھی سرزمین افغانستان پر جہاد فرض ہے وہ بھی کفریہ طاقت تھی یہ بھی کفریہ طاقت ہے۔ حالات کا تھوڑا سا فرق ہے۔ روس کو وہ تسلط حاصل نہیں ہوا تھا اور اندر سے قوت کھڑی ہوگئی تھی، اس قوت کے ساتھ بیرونی قوتوں نے مل کر جہاد کیا۔ امریکا نے افغانستان پر تسلط حاصل کرلیا ہے اور اندرونی طاقتیں کمزور ہوگئی ہیں جذبات تو وہی ہیں، جو علماء اس وقت روس کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کرچکے ہیں وہ علماء اب امریکا کے خلاف اسلام کا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں۔

س: اُس وقت یہ کہا جارہا تھا کہ افغانستان میں امریکا کے مفادات کی جنگ لڑی جارہی ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ صورتحال کیسی ہے؟

ج: حقیقت میں وہ امریکا کے مفاد کی جنگ تھی اور سیاسی غلطیاں تو ہوتی ہیں۔ وہ ہم سے سیاسی غلطی ہوئی تھی کہ ہم نے امریکا کو اپنا دوست سمجھا اور حالانکہ ''الکفر ملت واحد'' کے اصول تحت تمام باطل قوتیں مسلمانوں کے خلاف ایک ہیں ان حضرات کو اس وقت امریکا کی طاقت پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے تھا اور یہاں عرب ملکوں سے جو لوگ آئے تھے وہ اس لئے عرب ملکوں سے آئے تھے کہ یہاں جہاد کا میدان بن جائے گا کیونکہ ان کے پاس جہاد کا میدان نہیں تھا۔ اور وہ یہاں سے پورے عالم میں دین کے لئے جہاد کرنا چاہتے تھے، وہ اپنے عہد میں سچے تھے بیچارے۔

س: پاکستان میں ایف بی آئی کو کھلی آزادی ہے اور ہماری حکومت امریکا کا مکمل ساتھ دے رہی ہے۔ اس حوالے سے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اور متحدہ مجلس عمل کے کردار کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج: متحدہ مجلس عمل کا کردار اس وقت میری رائے کے مطابق درست ہے حکومت پاکستان دین اور ملک کے لئے مخلص نہیں ہے موجودہ حکمران طبقہ امریکا کے ایجنٹ کا کردار ادا کررہا ہے ان کا وجود اور پاکستان کی آزادی دونوں برابر نہیں چل سکتے جب تک یہ طبقہ برسر اقتدار ہے ہماری آزادی بالکل ختم ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ایم ایم اے کے ذریعے ایک انقلاب لے آئے کہ جس سے اس ملک کی غیرت' احیاء اور آزادی قائم ہوجائے ایسا نہ ہوا تو یہ تاریخ کا بہت بڑا سانحہ ہوگا۔ پرویز اور اس کے حواری اس ملک کے دینی اعتبار سے کسی طرح بھی مخلص نہیں ہیں۔

س: متحدہ مجلس عمل کے ارکان جب منتخب نہیں ہوئے تھے تو بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو آڑے ہاتھوں لیتے تھے مگر آپ دیکھیں کہ آج ایف بی آئی کی جانب سے القاعدہ کے تعلق کو بنیاد بنا کر ملک کے طول وعرض میں چھاپے مارے جارہے ہیں اس پر ایم ایم اے والے کبھی بھی اسمبلی فلور پر نہیں بولے اس کے مقابلے میں ایل ایف او اور صدر کے خطاب پر پارلیمنٹ میں ہنگامے کرتے رہے؟

ج: میں ان کو تضاد نہیں بلکہ بہتر حکمت عملی سمجھتا ہوں کہ پہلے ایک مقصد کو حاصل کر لیا جائے۔ میں کوئی ان کا وکیل نہیں ہوں لیکن میں اس بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ پہلے ایک بڑا مرکزی نکتہ ہے وہ ہے اس اقتدار میں تبدیلی پیدا کرنا اور موجودہ جو امریکی ایجنٹ ہے اس کو الگ کر کے اقتدار پر قبضہ کر کے بقیہ تمام امور طے کرنا، یہ ضروری ہے کہ جب تک یہ مرکز ختم نہیں ہوتا اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

س: کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور میں علماء مصلحت کا شکار ہوگئے ہیں؟

ج: مصلحت نہیں اچھی تدبیر کر رہے ہیں۔

س: صوبہ سرحد میں مجلس عمل کے اقتدار کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

ج: صوبہ سرحد کے عوام نے شریعت کے نفاذ کے لئے جنہیں منتخب کیا۔ اب تک ہونے والے ان کے تقریباً تمام اقدامات کو اچھی نظر سے دیکھتا ہوں۔ تمام امور پر فی الفور قابو پالینا یہ فی الوقت ممکن نہیں، لیکن ان کا اقتدار ملک میں روشنی کی ایک کرن ضرور ہے

س: کشمیر پر موجودہ حکومت کی پالیسی کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج: حضرت امیر شریعتؒ نے ۱۹۴۹ء میں یہ فرمایا تھا کہ جب تمہاری فوجیں سری نگر سے واپس آچکی ہیں تو تم کشمیر کو بھول جاؤ کشمیر کا فیصلہ ہو چکا ہے ایسے ہی ۵۵ سال گزار دیئے۔ کشمیر اب ہمیں نہیں ملے گا اس پر وقت صرف ہو رہا ہے اور بڑی طاقتیں اپنے مفاد کے مطابق کام میں مصروف ہیں۔ اب دنیا سے کوئی حقیقت چھپی نہیں رہی۔ پاکستان کے ساتھ کشمیر کا الحاق کسی بھی طور پر بیرونی طاقتیں نہیں چاہتیں۔

س: آپ کی اس بات کے بعد کشمیر میں کام کرنے والی کشمیری مجاہد تنظیموں کے متعلق عجیب صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ جو وہاں پر جہاد میں مصروف ہیں؟

ج: ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں مظلوم مسلمانوں کی اخلاقی سفارتی اور ہر قسم کی حمایت کرنی چاہیے۔ اور اگر کشمیری خود آزادی کے خواہاں ہیں تو ہمیں بھی ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ اور یہ صرف کشمیر میں نہ ہو بلکہ فلسطین، چیچنیا سمیت تمام دنیا میں جہاں مسلمان مظلوم ہیں وہاں مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہیے۔

س: ہماری حکومت کہتی ہے کہ ہم کشمیریوں کی اخلاقی اور سفارتی امداد جاری رکھیں گے اس امداد کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ج: ہماری حکومت کی یہ پالیسی امریکا کے تابع ہے۔ ذاتی پالیسی تو ہے نہیں، اس کے ذریعے وہ امریکا کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس کا تسلط قائم ہو جائے۔ وہاں پر چین روس اور امریکا اپنا اپنا تسلط چاہتے ہیں پاکستان وہاں پر امریکا کا راستہ ہموار کرنے کی سعی کر رہا ہے۔

انٹرویو: سید شکیل احمد

آزادی کے بعد بھی
میں گوانٹانا موبے سے آزاد نہیں ہو پاؤں گا

کیوبا میں امریکی ایکسرے کیمپ گوانٹاناموبے سے رہا ہونے والے
شاہ محمد سے ملاقات

۲۹ مئی کے دن کے بارے میں، محکمۂ موسمیات نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ مطلع غبار آلود رہے گا۔ کبھی کبھی جھکڑ چلیں گے۔ ٹیکسی والے سے شام کو بات طے ہوگئی تھی۔ یہ لوگ جو وعدہ کرتے ہیں۔ اس پر عمل کرنا عموماً عیب سمجھتے ہیں لیکن حیرت ہوئی جب ڈرائیور فجر کی اذان سے ۱۰ منٹ پہلے ہی پہنچ گیا۔ پہلے یہ طے پایا تھا کہ نماز پڑھ کر نکلیں گے۔ ناشتہ راستے میں کریں گے۔ اب یہ طے ہوا کہ وقت مزید بچایا جائے اور نماز بھی راستے میں پڑھی جائے۔ پنڈی سے نکل کر راستے میں ایک چھوٹے سے گاؤں امان گڑھ میں نماز فجر ادا کی اور نوشہرہ میں ہلکا پھلکا ناشتہ کیا۔

ڈرائیور افغان مہاجر ہے۔ نوعمری میں پاکستان ہجرت کر کے آ گیا تھا۔ پروفیسر عبدالرب رسول کی پارٹی اتحاد اسلامی کے مجاہدین میں شامل ہوا پھر روسیوں کے خلاف جہاد کرتا رہا۔ لغمان کے ایک محاذ پر شدید زخمی ہوا۔ روسی گن شپ ہیلی کاپٹر سے برسائی جانے والی گولیوں میں سے ۴ گولیاں اس کے لگیں۔ دو ٹانگ میں پیوست ہوئیں۔ کئی ماہ اسپتال میں رہا۔ علاج سے صحت مند ہوگیا، ٹانگ میں لنگ پیدا ہوگیا تھا۔ اس کے بعد اس نے محنت مزدوری کے لیے پشاور میں ٹیکسی چلانا شروع کردی۔ پشاور میں ٹیکسی چلانے والے افغان مہاجر ہیں۔ روس کے خلاف جہاد میں حصہ لینے کے واقعات پر وہ راستے میں بہت کم بات کر رہا تھا۔ تاہم اس بات پر اسے ملال تھا کہ افغانوں نے غیر ملکی بالادستی کو قبول نہ کرنے کی غرض سے روس سے جنگ کی لیکن اب وہاں امریکی قابض ہوگئے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ حامد کرزئی جیسے لوگ خود مختار حکمران نہیں، یہ غلام حکمران ہیں، جنہوں نے افغان عوام کی آزادی کو امریکیوں اور فرنگیوں کے ہاتھ فروخت کردیا ہے۔ افغان ڈرائیور کی وجہ سے سفر معلوماتی طور پر گزر رہا تھا۔ درگئی، مالاکنڈ کی پرپیچ پہاڑیوں پر وہ ایک مشاق ڈرائیور کی طرح گاڑی چلا رہا تھا۔ اس کو یہ شکوہ تھا کہ ہم پاکستانی صحافی ہیں اور اس کے ساتھ کرایہ طے کرنے میں کنجوسی سے کام لیا ہے جبکہ گوری چمڑی والے منہ مانگا کرایہ دیتے ہیں۔

انہی باتوں کے دوران قریباً ۳ گھنٹے کا سفر طے کر کے ہم ''تھانہ'' کے مقام پر پہنچ گئے۔ تھانہ سے سڑک سیدھی وادی سوات کی طرف جاتی ہے جبکہ ''تھانہ'' سے گزر کر دائیں ہاتھ کو یہ سڑک کٹ جاتی ہے اور سیدھی شاہ محمد کے گاؤں ڈھیری الہ ڈھنڈ

جا پہنچتی ہے۔ شاہ محمد سے ملاقات ہی اس سفر کا سبب تھا۔ تھانہ ایک بڑا گاؤں ہے اور اب ٹاؤن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ سر سبز و شاداب علاقہ ہے۔ اس کے قریب ایک علاقہ پلوس کہلاتا ہے۔ جس کے مالٹے بین الاقوامی طور پر اپنی شیرینی میں مثال رکھتے ہیں۔ تھانہ، پلوس، درگئی اور مالاکنڈ کا یہ علاقہ اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ جب پورے پاکستان میں ٹماٹر کا سیزن ختم ہو چکا ہوتا ہے تو اس خطہ میں ٹماٹر کی فصل تیار ہو رہی ہوتی ہے۔ یعنی یہاں سردیوں میں بھی ٹماٹر کی فصل حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کے پہاڑوں کو ایسی ہیئت دی ہے کہ سردیوں یا ٹماٹر کی کاشت کے دنوں میں فصل پر پالا اور شبنم نہیں گرتی۔ جس کی وجہ سے ٹماٹر کا پودا محفوظ رہتا ہے۔ یہ گندم، مالٹا، جاپانی پھل، املوک وغیرہ کی پیداوار کا علاقہ ہے۔

تا حد نظر اس علاقے میں صنعت کا نام و نشان نہیں ہے۔ درگئی میں فلور ملز اور بناسپتی گھی کے کارخانے ہیں۔ دیگر مقامات پر بیروزگاری کا عفریت منہ کھولے کھڑا ہے۔ لوگ غربت و عسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بیروزگاری کی وجہ سے شرح خواندگی بھی بہت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آبادی کا بیشتر حصہ روزگار کے سلسلے میں ملک کے دیگر حصوں کی طرف ہجرت کر گیا ہے۔ کراچی کے علاوہ ان لوگوں کا رخ افغانستان کی طرف بھی ہوتا ہے۔ جہاں یہ لوگ زیادہ تر جنگل میں لکڑیاں وغیرہ کاٹنے کی مزدوری کرتے ہیں۔

صوبہ سرحد کے عوام ویسے بھی مذہبی رجحان زیادہ رکھتے ہیں۔ صوبے کی دیہی آبادی میں مذہبی رجحانات اور بھی زیادہ ہیں۔ یہی رجحانات شاہ محمد میں بھی پائے جاتے ہیں۔ شاہ محمد حال ہی میں گوانٹانامو کے ایکسرے کیمپ کی قید سے رہائی پا کر گھر لوٹا ہے۔ وہ ایک غریب گھرانے کا فرد ہے۔ اس کے چار بھائی ہیں۔ بہنوں کی تعداد معلوم نہیں کیونکہ خواتین کے بارے میں غیروں سے بات چیت نہیں کی جا سکتی' اس کو عیب گردانا جاتا ہے۔ شاہ محمد سے انٹرویو کے لیے رابطہ اسی روز سے ہو رہا تھا۔ جدہ سے پیغام ملا تھا۔ شاہ محمد کا گھرانہ چونکہ ایک عام گھرانہ ہے۔ غربت، نکبت و افلاس کی زندگی بسر کرتا ہے۔ چنانچہ رابطے کے لیے بڑی دشواری ہو رہی تھی۔ ان کے پاس اور اڑوس پڑوس میں کوئی ٹیلی فون نہیں ہے۔ تھانہ میں میرے ایک واقف ہیں اور یہ ذمہ داری ان کو سونپی گئی تھی' جنہوں نے ڈھیری الہ ڈھنڈ میں ان کے چچا زمان کو ڈھونڈ نکالا۔ زمان کی کوششوں سے ہی شاہ محمد سے ملاقات میں کامیابی ہو سکی۔ چنانچہ موٹر کار دیئے ہوئے پتے کے مطابق زمان کی دکان پر رکی۔ اس سے پہلے تھانہ سے اپنے واقف سلطان محمد خان کو اپنے ساتھ لے چکا تھا۔ جن کی کاوش سے یہاں تک رسائی ممکن ہوئی تھی۔ زمان سے اپنا تعارف کرایا پھر وہ شاہ محمد کے گھر لے گئے۔

شاہ محمد کا گھر مٹی کا بنا ہوا ہے۔ صوبہ سرحد میں اب مٹی کے بنے ہوئے گھر کم ہی نظر آتے ہیں۔ ہم گھر کے مرکزی دروازے پر رک گئے۔ زمان نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک چھوٹا بچہ باہر آیا' جس نے زمان کو سلام کیا اور ہماری طرف حیرت سے دیکھا اور اندر چلا گیا۔ جس کے بعد تین چار افراد باہر آئے۔ ان میں لمبے اور بکھرے بالوں والا شخص شاہ محمد تھا۔ طے یہ پایا کہ

انٹرویو اس علاقے کے حجرے میں بیٹھ کر لیا جائے۔ حجرہ علاقے کے صاحب ثروت لوگ بناتے ہیں اور علاقے کے لوگ بلاتکلف خود بھی استعمال کرتے ہیں اور اپنے مہمانوں کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ محمد کے گھر سے پلٹ کر حجرے کی طرف روانہ ہوئے۔ دو پگڈنڈیوں سے گزر کر ایک کچی سڑک سے مغرب کی طرف مڑے۔ سامنے ہی چھوٹے خان کا حجرہ تھا جہاں دس پندرہ منٹ بیٹھے بلکہ انتظار میں گزرے کیونکہ شاہ محمد کے بھائی نے زمان سے کہا کہ تم مہمانوں کو لے کر حجرے پہنچو ہم آتے ہیں۔ اس انتظار کے دوران اس کے چچا زمان نے بتایا کہ شاہ محمد اب تک گم صم رہتا ہے۔ ابھی تک محنت مزدوری کے قابل نہیں ہوسکا ہے۔ اس اثناء میں دو اور افراد بھی حجرے میں آ گئے۔ ان افراد کو دیکھ کر گمان ہوا کہ انہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے وہ ہاتھ ملا کر قریب ہی بیٹھ گئے۔ جب شاہ محمد اپنے قریبی عزیزوں کے ساتھ وہیں پہنچا اور اس نے بات چیت شروع کی تو یہ محسوس ہوا کہ وہ جواب دینے سے پہلے یا بعد میں لازمی طور پر ان دونوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔

انٹرویو کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا تھا کہ شروع میں شاہ محمد کو یہ محسوس نہ ہو کہ باقاعدہ انٹرویو لیا جا رہا ہے بلکہ دوستانہ انداز میں بات چیت ہو رہی ہے تاکہ بے تکلفی پیدا ہو اور وہ ہر بات تفصیلی بیان کرے۔ شاہ محمد کے والد گل محمد نے بتایا کہ شاہ محمد اس کے چار بیٹوں میں سب سے زیادہ ذہین ہے۔ مذہب سے اسے والہانہ لگاؤ ہے۔ غربت کی وجہ سے جب اس کو چوتھی جماعت سے اٹھا لیا تو جہاں یہ مغموم تھا وہاں اس کے استاد کو بھی دکھ تھا لیکن کیا کریں کہ محنت مزدوری سے گھر کا خرچ بمشکل چلتا تھا تو اس کی پڑھائی کیسے جاری رکھتے۔ دوسرے بچے بھی ہیں پھر اسے مسجد میں قرآن پڑھنے کے لیے داخل کر دیا جہاں اس نے ۶ ماہ سے کم عرصے میں قرآن ناظرہ ختم کر لیا۔ ساتھ ساتھ وہ محنت مزدوری میں بھی ہاتھ بٹاتا رہتا تھا۔ اس کے بعد ایک دو مرتبہ وہ محنت مزدوری کے لیے چکدرہ اور خال وغیرہ گیا۔ پھر اس نے گاؤں کے قریب ایک تندور پر کام شروع کر دیا اور روٹیاں پکانا سیکھ لیں۔ طالبان کے دور میں وہ افغانستان چلا گیا۔ پہلے کنڑ میں پھر دوسرے مقامات پر تندور پر روٹیاں پکاتا رہا۔ افغانستان اور صوبہ سرحد میں گھروں میں روٹیاں پکانے کا رواج کم ہے۔ تندور سے پکی پکائی روٹیاں لینے کا رواج عام ہے۔ آخر میں یہ مزار شریف پہنچ گیا۔ جہاں ڈیڑھ دو سال تک روٹیاں پکاتا رہا۔ مزار شریف جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہاں اس کو ماہوار تنخواہ (۱۵۰۰ روپے) ملنے کے علاوہ ناشتہ سمیت دو وقت کا کھانا بھی ملتا تھا۔ اس طرح وہ خاصی بچت کر کے رقم اپنے گھر والوں کو بھیجتا تھا۔

شاہ محمد سے بات چیت ہوئی تو اس نے طالبان کی بڑی تعریف کی۔ وہ ان کے نظام سے بہت متاثر تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ طالبان کے دور میں جتنا عرصہ افغانستان میں گزرا' وہاں کوئی سنگین یا قابل ذکر جرم سننے کو نہیں ملا۔ مکمل طور پر امن و امان تھا۔ حالانکہ ان کے پاس جدید ترین وسائل بھی نہیں تھے۔ پھر بھی وہ انگریزوں اور امریکیوں کے مقابلے میں دو سو گنا سے بھی زیادہ امن و امان قائم رکھے ہوئے تھے۔ خواتین کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ خواتین کسی بھی وقت چاہے رات ہو یا دن گھر سے نکلنے میں انہیں کوئی باک محسوس نہیں ہوتا تھا۔ پردے کے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ پردے کی پابندی لازمی تھی لیکن یہ جبر نہ تھا کہ

پردے کے لیے کس کسم کا برقعہ یا کپڑا یا چادر استعمال کی جائے۔ٹوپی دار برقعہ افغانوں کا کلچر ہے۔اس لیے وہ زیادہ تر یہ برقعہ استعمال کرتی تھیں۔ایسے برقعے پاکستان میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔وہ اکثر اپنے والدین کو مزار شریف سے خط بھی بھیجتا تھا۔جس میں طالبان کی حکومت کے بارے میں لکھتا تھا اوران کے نظام کی تعریف کرتا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ اگر جنرل رشید دوستم اور شمالی اتحاد والے امریکہ کا ساتھ نہ دیتے تو امریکہ کو ہرگز کامیابی نہ ہوتی۔

شاہ محمد انٹرویو کے دوران اکثر گم صم ہوجاتا تھا۔ایسا محسوس ہوتا کہ وہ ماضی کی یادوں میں بھٹک گیا ہے۔اس کو کئی بار واپس حال میں لانا پڑتا تھا۔سوالات کے دوران وہ دو نامعلوم افراد بھی ناگوار مداخلت کرتے تھے۔جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ خاص آدمیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

انٹرویو کے دوران گاؤں کے دوسرے لوگ بھی حجرے میں جمع ہوگئے۔کئی سوالات پر شاہ محمد مشتعل بھی ہوتا رہا۔بعض مرتبہ اس کی آنکھوں سے خوف کی جھلک بھی عیاں ہوتی تھی۔خاص طور پر اس وقت جب شمالی اتحاد والوں کی قید کے دوران اس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں استفسار کیا جاتا۔وہ امریکیوں کے رویے کے مقابلے میں شمالی اتحاد کے لوگوں کے سلوک کو انتہائی بُرا قرار دیتا اور کہتا تھا کہ بات بات پر شمالی اتحاد والے پیسے طلب کرتے تھے۔خود اس کو ان لوگوں نے دو لاکھ روپے کے عوض امریکیوں کے ہاتھوں فروخت کردیا تھا جبکہ محنت مزدوری کرکے اس نے والدین کے لیے جو رقم جمع کررکھی تھی وہ بھی شمالی اتحاد والوں نے لوٹ لی۔اس کا دوسرا سامان بھی باہر سڑک پر پھینک دیا اور کچھ لوٹ کر لے گئے۔خیر سامان اس کے پاس کچھ زیادہ تھا بھی نہیں۔گزارے کے لیے چند چیزیں ساتھ تھیں۔

اس نے بتایا کہ گوانٹانا موکے ایکسرے کیمپ میں جو لباس پہننے کے لیے دیا گیا اس میں ٹوپی بہت بھاری تھی جس کا بوجھ محسوس ہوتا تھا۔اس بوجھ نے بھی دماغ پر اثر ڈالا۔جب تک کسی قیدی کو رعایت نہیں ملتی تھی، اسے تنہا پنجرے میں بند رکھا جاتا تھا اور یہ قید تنہائی انتہائی اذیت ناک ہوتی تھی۔

شاہ محمد سے ملاقات کے بعد جب ہم واپس لوٹ رہے تھے تو فوٹو گرافر مجید بابر نے کہا کہ یہاں کیسی ویرانی ہے؟ واقعی جب یہاں آئے تھے سرسبز و شاداب چھوٹے چھوٹے میدان ، وادیاں ، سربلند پہاڑوں کی رعنائیاں بہت شاداب وفرحت بخش احساس لیے ہوئے تھیں۔واپسی پر ۶ گھنٹے کے دوران جو کوفت کشیدگی اور دلدوز واقعات کے تصورات ذہن میں آتے رہے تو احساس ہوا کہ انسان اتنا ظالم بھی ہوسکتا ہے۔پھر وادیوں کا حسن و جمال ، تباہی و بربادی و ویرانی کے آگے جھلس کر رہ گیا۔

شاہ محمد کو اب بھی طالبان کی پسپائی پر حیرت ہے۔یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟

''جب امریکی حملے کی خبریں آرہی تھیں تو طالبان بڑے پرعزم لگتے تھے لیکن امریکہ نے بے محابا بمباری کی خطرناک ڈیزی کٹر بم برسائے۔کہتے ہیں کہ شمالی اتحاد والوں کی نشاندہی پر امریکی جہازوں نے دھواں دھار بمباری کی

۔امریکہ نے انہیں ایسے آلات فراہم کر دیئے تھے۔جن کی مدد سے امریکی طیاروں کو طالبان کے ٹھکانوں کی صحیح طور پر نشاندہی کی جاتی تھی اور امریکی طیارے انہی ٹھکانوں پر بمباری کرتے تھے۔شاید یہی وجہ شکست کی ہو۔

مزار شریف میں بھی سب کچھ اچانک ہوا۔کہتے ہیں کہ طالبان نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ کابل میں اپنی طاقت کو جمع کریں گے۔بہرحال امریکی طیاروں کی بمباری کے علاوہ ایک طرف سے تاجک اور دوسری طرف سے ازبک بھی طالبان پر حملہ آور ہو رہے تھے۔اس قسم کی اطلاعات ملتی تھیں لیکن یہ اطلاعات کہاں تک درست تھیں۔اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

طالبان کی جانب سے ہٹ جانے کے بعد پورے علاقے میں ایک افراتفری پھیل گئی۔کوئی کسی کا پرسان حال نہیں تھا۔میں حسب معمول تندور پر روٹیاں پکانے کی غرض سے پہنچا تو مجھے دیکھ کر سات آٹھ اسلحہ بردار شمالی اتحاد کے فوجیوں نے دبوچ لیا اور کھینچتے ہوئے لے گئے۔پہلے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔پھر مزار شریف کے جیل خانے میں بند کیا۔اس طرح شبرغان جیل میں بند کیا۔میں نے انہیں لاکھ سمجھایا کہ نہ تو میں طالبان کا ساتھی ہوں نہ عربوں کا' میں تو ایک مزدور ہوں' روٹیاں پکاتا ہوں۔اگر طالبان کا ساتھی ہوتا تو میں بھی ان کے ساتھ چلا جاتا لیکن وہ میری کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھے۔

شمالی اتحاد والے طالبان سے زیادہ پاکستانیوں سے نفرت کرتے تھے۔طالبان سے زیادہ ظلم پاکستانیوں پر ڈھاتے تھے۔امریکی بمباری سے جو افراتفری ہوئی' اس میں تو سب کچھ الٹ پلٹ ہو گیا۔وہ طالبان اور پاکستانیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے جیسا کہ ایک شکاری کتا اپنے شکار پر ٹوٹتا ہے۔طالبان کے مزار شریف خالی کئے جانے کے بعد جنرل رشید دوستم اور تاجک کمانڈر استاد عطا محمد کی فوجوں نے صوبے میں پہلے لوٹ مار مچائی۔ساتھ ہی طالبان کو چن چن کر قتل کیا۔ان کے ساتھ انتہائی شدائد و ظلم کا رویہ اختیار کیا گیا۔میں نے دیکھا تو نہیں لیکن مزار شریف میں قید کے دوران اطلاعات آتی تھیں کہ فلاں طالبان کا سر کاٹ کر جسم میں مٹی کا تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دی گئی۔امریکی فوجی بھی وہاں تعینات تھے۔ان امریکیوں کی موجودگی میں ظلم کیا جاتا تھا لیکن کسی امریکی نے شمالی اتحاد یا ازبک فوج کو نہیں روکا۔

میں مزدور آدمی تھا۔تندور پر روٹیاں پکاتا تھا۔اس لیے زیادہ واقفیت نہ تھی۔البتہ قیدی بنائے جانے کے بعد تھوڑا بہت علم ہوا کہ ازبک اور تاجک میں بھی اختلاف ہیں لیکن دونوں بہت ہی ظالم ہیں۔ان لوگوں نے جو مخلص طالبان تھے انہیں انتہائی بے دردی سے قتل کیا اور بے گناہ افراد کو پکڑ کر ان پر تشدد بھی کرتے تھے اور رہائی کے بدلے رقم کا بھی مطالبہ کرتے تھے۔انہوں نے تو امریکیوں کو بھی بے وقوف بنایا۔بے گناہ افراد کو پکڑ کر القاعدہ کے نام سے انہیں فروخت کیا' مجھے خود دو لاکھ روپے کے عوض فروخت کیا۔

شمالی اتحاد والے جہاں طالبان اور پاکستانیوں کو دیکھتے تھے۔ان پر شکاری کتوں کی طرح جھپٹ پڑتے تھے۔پھر ان کا سلوک خاص طور پر پاکستانیوں کے ساتھ ایسا ہوتا کہ بیان کرتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔شمالی اتحاد والوں

نے کئی پاکستانیوں کے ناخن تک نکال لیے۔ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے محمد اسحاق کے ناخن تک اکھاڑ لیے۔ جو لوگ پاکستانی پشتو بولتے یا اردو بولتے انہیں غلام بنالیا۔ وہ ان لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کرتے ہوئے امریکیوں کے ہاتھ بھی فروخت کردیتے۔ اتنا تشدد کرتے کہ قیدی گھنٹوں بے ہوش پڑا رہتا تھا اور بے ہوش شخص پر بھی تشدد کرتے ہوئے وہ باز نہ آتے۔

شمالی اتحاد والوں نے شبرغان جیل اور مزار شریف میں ظالمانہ اور بہیمانہ تشدد کر کے درجنوں پاکستانیوں کو شہید کر ڈالا۔ یہ لوگ انسان کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ ۱۸ افراد کو ۲۴ گھنٹوں کے دوران سوکھی روٹی دی جاتی تھی، جس کے ساتھ پانی کا ایک گلاس ملتا تھا۔ اکثر نمازیں ہم تیمّم کر کے پڑھ لیتے تھے۔ یہ تمام ظلم وستم امریکی افواج کی موجودگی میں ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے میں نہیں کہہ سکتا کہ کس کا سلوک کتنا ظالمانہ تھا۔ بہر حال افغانستان کی اسیری کا دور انتہائی ظالمانہ دور تھا۔

کیوبا منتقلی کے دوران ہمیں انتہائی ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک کا نشانہ بنایا گیا۔ سب سے پہلے تو ہمیں زنجیروں اور مخصوص پٹیوں سے جکڑا گیا۔ آنکھیں پر سیاہ شیشوں والے چشمے چڑھا دیئے گئے۔ منہ پر ٹیپ چپکا دی گئی جبکہ کانوں میں نامعلوم قسم کے آلات ٹھونس دیئے گئے۔ ہم نہ کچھ دیکھ سکتے تھے، نہ سننے کے قابل تھے اور نہ بولنے کے۔ امریکی فوجی طیارے میں افغانستان سے کیوبا تک مسلسل ۱۸ گھنٹے کی پرواز کے دوران ہمیں اسی حالت میں رکھا گیا۔ شرمناک امر یہ ہے کہ ہماری ڈاڑھیاں، بال اور بھنویں تک مونڈ دی گئیں۔ کیوبا پہنچ کر ہمیں جانوروں کی طرح پنجروں میں بند کر دیا گیا۔

گوانٹانا موبے میں مسلسل ایک مہینے تک پنجروں میں ادھر ادھر دیکھنے، باہم بات چیت کرنے اور کھڑے ہونے پر پابندی رہی۔ اذان کی بھی اجازت نہیں تھی۔ تاہم نماز پڑھنے سے کسی نے نہیں روکا۔ ہمیں سرخ لباس پہنایا گیا تھا، جس کی ٹوپیاں انتہائی بھاری تھیں۔ ایک مہینے بعد ریڈ کراس تنظیم کی مداخلت پر ہمیں کچھ سہولتیں دی جانے لگیں، جن میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات، کھڑا ہونا، اذان دینا اور خوراک میں بہتری قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح ہفتہ میں ایک بار پنجروں سے باہر نکال کر گھمایا جاتا اور دوبار غسل کروایا جاتا تھا۔

کیوبا میں قید پاکستانیوں کی ٹھیک تعداد تو مجھے معلوم نہیں، البتہ میرے اندازے کے مطابق وہاں تقریباً ۴۴ پاکستانی حراست میں ہیں۔ جن میں عبدالستار نفیسی (لاہور)، عبدالرزاق (درگئی) عثمان صاحبزادہ، امان روم اور عبدالمولا (سکنہ تھانہ مالاکنڈ) کے نام مجھے یاد ہیں۔ اہم شخصیات میں سے میری ملاقات پاکستان میں طالبان کے سفیر مُلّا عبدالسلام ضعیف اور اہم رہنما ملا فضل کے ساتھ پنجروں میں حراست کی حالت میں ہوئی۔ ان دونوں رہنماؤں کی داڑھیاں، سر کے بال اور بھوئیں بھی مونڈ دی گئی تھیں۔

ملا عبدالسلام ضعیف کو لاتے ہی میرے قریبی پنجرے میں بند کیا گیا تھا۔ لہٰذا بات چیت کے دوران انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ وہ پاکستان میں طالبان کے سفیر تھے۔ نام عبدالسلام ضعیف بتایا اور کہا کہ ان کی گرفتاری اسلام آباد میں

ہوئی۔ ملاضعیف کی استقامت اور حوصلہ مندی قابل ذکر تھی۔ وہ قریبی پنجروں کے قیدیوں کو بھی حوصلے اور استقامت کا درس دیتے اور اسے اللہ کی آزمائش سے تعبیر کرتے۔

پہلے پہل ہمیں بہت چھوٹے پنجروں میں رکھا گیا۔ تفتیش مکمل ہونے کے بعد نسبتاً بڑے پنجروں کی نذر کر دیئے گئے اور بے گناہ ثابت ہونے والوں کو بعد ازاں ۴۸ کمروں پر مشتمل ایک اور بلاک میں منتقل کیا گیا' جہاں پر قیدی کو ایک کمرہ الاٹ کیا گیا تھا۔

جہاں تک میں جانتا ہوں کہ گوانتا ناموبے میں قید اکثر افراد القاعدہ کے نام سے بھی واقف نہیں۔ اذیتیں دے دے کر بھی امریکہ والے قیدیوں سے القاعدہ کے بارے میں ایک لفظ تک نہ اگلوا سکے۔ ان افراد کو چونکہ شمالی اتحاد والوں نے بیچ ڈالا تھا' اس لیے فطری امر ہے کہ وہ القاعدہ کے بارے میں واقعتاً کچھ نہیں جانتے تھے۔ دوران تفتیش خود مجھے امریکہ میں سیاسی پناہ کی پیشکش کی گئی لیکن میں نے دین، ملک، والدین اور عزیز و اقارب سے محبت کی وجہ سے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ وہ مجھے کہتے تھے کہ میں یہ بات قبول کر لوں کہ میرا تعلق القاعدہ اور پاکستان کی خفیہ ایجنسی سے ہے۔ اس لیے لالچ بھی دیتے رہے لیکن میں نے سچ کے علاوہ کوئی بات تشدد یا لالچ سے مرعوب ہو کر نہیں کی۔ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے بے گناہ ثابت کیا۔

اس سوال پر امریکیوں کی اذیتیں زیادہ سخت تھیں یا شمالی اتحاد کی؟

شاہ محمد نے کہا: شمالی اتحاد کی اذیتیں زیادہ سخت تھیں۔ جب مزار شریف میں مجھے امریکیوں کے سپرد کیا گیا تو اس وقت خوف کی فضا تھی۔ معلوم نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے لیکن جب قندھار سے اذیت ناک حالات میں کیوبا کے جزیرہ لے جائے گئے تو یہ سفر بہت ہولناک تھا پھر ہر قیدی کی یہ ہتک کی گئی کہ اس کی داڑھی، سر کے بال، مونچھ حتیٰ کہ بھوئیں تک مونڈ ڈالی گئیں۔ قید میں جو لباس پہنایا گیا وہ بھی تکلیف دہ تھا۔ خاص کر اس کی ٹوپی بہت وزنی تھی اور سر پر اس سے بوجھ پڑتا تھا۔ علاوہ ازیں شروع میں قید تنہائی کی غرض سے سنگل پنجرے میں رکھا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو سلوک قید کے دوران کیا گیا' اس نے دماغ مفلوج کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ کئی قیدی ایسے نظر آتے تھے جو ذہنی طور پر مفلوج محسوس ہوتے تھے۔

شروع میں تو مجھ پر بھی بہت اثرات پڑے لیکن ملا عبدالسلام ضعیف کے آنے سے کئی لوگوں کے حوصلے بڑھے۔ ایک تو انہوں نے آتے ہی با آواز بلند سلام کیا اور اپنے پنجرے سے بھی آواز دے کر دوسروں کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ وہ تلاوت بھی کرتے تھے' ان کی تلاوت سن کر حوصلہ بڑھتا تھا۔ خوف اور احتیاط کی وجہ سے کوئی قیدی خود بھی زیادہ کسی سے بات کرتے ہوئے کتراتا تھا۔ امریکی بہت سخت نگرانی کرتے تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ لوگوں پر ہمہ وقت خوف طاری رہے۔ لوگوں کو خوفزدہ کیا جائے یعنی یہ خوف رہتا تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے جبکہ سنگل پنجرے میں قید کرنا از خود ایک بہت بڑی اذیت تھی۔ پھر قیدیوں کو علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں؟ مستقبل میں ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ عزیز و اقارب کس حال میں ہیں یعنی دنیا سے مکمل طور پر الگ تھلگ کر دیا گیا تھا۔

ملا عبدالسلام ضعیف قیدیوں کو حوصلہ مندی کا درس دیتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے۔ اللہ سے رجوع کرو۔ انہیں پاکستانی حکام نے گرفتار کر کے امریکیوں کے حوالے کیا۔ وہ پاکستانی حکومت سے شاکی نظر آتے تھے۔

اب بے گناہ کی رہائی کا وقت آ گیا تھا۔ شاہ محمد بتا رہا تھا: امریکہ والوں نے ہمیں علاج معالجے کے بہانے روانہ کیا اور یہ روانگی ایسی حالت میں ہوئی کہ ہر قیدی کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سٹریچر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ ہم تین قیدی تھے۔ جن میں میرے علاوہ جان ولی سکنہ دیر اور دوسرے کو میں نہیں جانتا تھا' شامل تھے۔ جان ولی نے گزشتہ سات آٹھ مہینوں سے بات چیت نہیں کی۔ اسی حالت میں ہمیں پہلے قندھار اور پھر اسلام آباد ائیر پورٹ پہنچایا گیا۔ اسلام آباد میں طبی معائنے اور مختلف پوچھ گچھ کے بعد آبائی اضلاع کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے سپرد کیا گیا جو ہمیں ہمارے گھر چھوڑ گئے۔

چونکہ میں ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۵۰۰ روپے ماہوار پر ملازم تھا۔ افغانستان میں مقیم تھا اور القاعدہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق بھی نہیں تھا۔ لہٰذا اس کے باوجود مجھے ۱۸ مہینے تک حراست میں رکھنا خود امریکی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ مجھے امید ہے کہ امریکی حکومت خود اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے بے گناہ قیدیوں کو معاوضے کی ادائیگی کرے گی۔ بصورت دیگر میں قانونی چارہ جوئی کے لیے مختلف اداروں سے رابطہ ضرور کروں گا۔ مجھے پوری طرح یقین ہے کہ تمام بے گناہ قیدی بہت جلد رہائی پا لیں گے۔ میرے گاؤں کے ایک قیدی محمد طارق کی تفتیش بھی مکمل ہو چکی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ چند دنوں میں وہ گھر پہنچ جائے گا۔

کیوبا کے جزیرے کے علاوہ بھی قیدیوں کو کہیں رکھا گیا ہے؟

شاہ محمد کے بقول وہ اس امر کی تصدیق تو نہیں کر سکتا۔ محمد اسحاق نامی قیدی سے ملاقات ہوئی تھی تو اس نے بتایا تھا کہ اسے پہلے اسرائیل لے جایا گیا۔ چند مہینے بعد کیوبا کے جزیرے روانہ کیا گیا۔ اسحاق کے بقول اسرائیل میں اب بھی مالاکنڈ ڈویژن اور دوسرے علاقوں کے کئی افراد زیر حراست ہیں لیکن اس کی تصدیق میں نہیں کر سکتا۔

(بشکریہ: ہفت روزہ ''اردو میگزین''۔ جدہ' سعودی عرب۔ ۱۳ جون ۲۰۰۳ء)

☆......☆......☆

تصحیح و اعتذار

ماہِ اگست ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں صفحہ ۴۶ پر ''حضرت محمد ﷺ آخری نبی اور اُمت آخری اُمت ہے۔'' کی سرخی کے ذیل میں ایک جملہ غلط شائع ہو گیا ہے۔ صحیح جملہ اس طرح ہے: ''رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔'' قارئین تصحیح فرما لیں۔ کتابت کی اغلاط عمداً نہیں سہواً سرزد ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور قارئین بھی معذرت قبول فرمائیں۔ (ادارہ)

الیاس میراں پوری

7 ستمبر......یومِ تحفظ ختم نبوت

جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا

عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ، ہر مسلمان کے ایمان کا جزوِ خاص ہے۔اس کے بغیر ایمان نامکمل اور ادھورا رہ جاتا ہے۔اسی مرکزی عقیدے میں نقب زنی کے لیے، مختلف اعتقادی قزاقوں نے جھوٹی نبوت کا لبادہ اوڑھ کر مختلف ادوار میں لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔اپنے تمام کفریہ وسائل، اس مکروہ مقصد کے حصول کے لیے صرف کیے، لیکن ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کا انجام کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بدبخت ازلی کے خلاف جہاد کیا' جو ''جنگ یمامہ'' کے نام سے مشہور ہے۔اسی جنگ میں مسیلمہ کذاب' حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔اس جنگ میں بے شمار حفاظِ قرآن صحابہ رضوان اللہ علیہم شہید بھی ہوئے۔اسی دور میں اسود عنسی اور سجاح نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور پھر اپنے بھیانک انجام کو پہنچے۔

انیسویں صدی میں انگریز برصغیر کے اقتدار پر مسلط ہوا تو اس نے مسلمانوں کی ملی وحدت کو کمزور کرنے اور انہیں جہاد سے بے گانہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔اس مقصد کے لیے اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کو چنا۔مرزا غلام احمد قادیانی نے فرنگی سامراج کی خواہشات کی تعمیل کرتے ہوئے، سب سے پہلے جہاد کے خلاف فتویٰ دیا کہ ''اب جہاد کرنے کی قطعی ضرورت نہیں اور حکومت برطانیہ سے تعاون کرو''۔مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو وقفے وقفے سے مامور من اللہ، مجدد، مہدی، مسیح موعود بتلانا شروع کیا۔اس طرح مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے ۱۹۰۱ء میں مرزا نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔انگریز نے اس کی مکمل سرپرستی کی اور اپنے ''خود کاشتہ پودے'' کو خوب پروان چڑھایا۔ادھر لدھیانہ کے عظیم مجاہد آزادی، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے دادا مولانا محمد لدھیانویؒ اور اُن کے رفقاء مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ اور مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے ۱۸۸۴ء میں' سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کا اعلان کیا۔بعد میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مرزا کا بھرپور علمی محاسبہ کیا اور اس کی نام نہاد نبوت کی دھجیاں بکھیر دیں۔اپنے زمانہ کے امام المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) کو قادیانیت کے عوامی محاسبے کی ہمہ وقتی فکر رہتی تھی۔انہی کے ایماء پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ

بخاریؒ،ظفر الملت مولانا ظفرعلی خانؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، ادیبِ حُریت چودھری افضل حقؒ،ضیغمِ احرار شیخ حسام الدینؒ اور مدبر احرار ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کی باہمی مشاورت سے ۲۹؍دسمبر ۱۹۲۹ء کو مجلس احرار اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا بنیادی منشور انگریزی اقتدار کا خاتمہ، عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور قادیانیت کا محاسبہ تھا۔ ابھی احرار کو قائم ہوئے چند ہی دن گزرے تھے کہ کشمیر میں آزادی کی تحریک بھڑک اٹھی۔ ریاستی جبر وتشدد کے خلاف، کشمیری مسلمانوں کے اس طوفان خیز احتجاج کو ''تحریک'' کی شکل مجلس احرار اسلام نے دی۔ قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے انہیں دنوں ، بظاہر کشمیر کے احتجاجی ہنگامے فرو کرنے کے عزم سے، چند سیاسی زعماء پر مشتمل ''کشمیر کمیٹی'' بنائی اور حضرت علامہ اقبالؒ کو اس میں شامل کرلیا۔ یہ دراصل کشمیر میں قادیانیت پھیلانے اور کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کی ایک سازش تھی۔ احرار رہنماؤں کے متوجہ کرنے سے علامہ اقبالؒ کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہوگئے اور تحریک کشمیر کو ''ہائی جیک'' کرنے کی قادیانی سازش بری طرح ناکام ہوئی۔ قادیانیوں کے تعاقب ومحاسبہ کے سلسلے میں مجلس احرار کی تحریکی مساعی کا یہ ایک اہم سنگ میل ہے۔ پھر مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۴ء میں قادیان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک عظیم الشان ''احرار تبلیغ کانفرنس'' منعقد کی، جس میں قریباً دو لاکھ سے زائد مجاہدین ختم نبوت نے شرکت کی۔ ہندوستان کے معروف علماء خصوصاً حضرت مفتی کفایت اللہؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ظفرعلی خانؒ نے بھی کانفرنس سے خطاب کیا۔ قادیان میں مدرسہ ومسجد ختم نبوت کی بنیاد رکھی گئی۔ میاں محمد رفیق اور میاں قمر الدین رحمہم اللہ (رئیسان اچھرہ، لاہور) دونوں بزرگ ''احرار ختم نبوت وقف قادیان'' کے سرپرست بنے۔ احرار رہنماؤں کے اس جرأت مندانہ اقدام سے ہندوستان بھر میں ختم نبوت کے حوالے سے عوامی بیداری کی ایک زبردست لہر پیدا ہوئی۔ قادیانی نبوت کی جھوٹی اور شکستہ عمارت دھڑام سے زمین پر گرتی محسوس ہوئی۔ احرار کے اس مقدس جہاد میں ہر مسلک کے علماء کرام اور ہر طبقہ فکر کے زعماء نے مجلس احرار اسلام کی دعوت پر لبیک کہا۔

قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنی سیاسی حیثیت ختم کر کے خود کو خالص دینی، تبلیغی، اصلاحی اور سماجی خدمات کے لیے وقف کردیا۔ جب پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی چودھری ظفر اللہ خان کو بنایا گیا تو اس نے اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے، قادیانیوں کو کلیدی عہدوں پر تعینات کیا، ان کے لیے مراعات اور تحفظات کے انبار لگادیئے۔ ملک کی انتظامی مشینری میں قادیانی اثر ونفوذ میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ غیر ممالک میں پاکستانی سفارت خانے قادیانیت کے اشاعتی مراکز بن گئے۔ ۱۹۵۳ء میں ظفر اللہ قادیانی کو ہٹانے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے پورے ملک میں تحریک چلائی گئی۔ تحریک میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، تمام اکابرِ احرار اور ان کے رفقاء حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادریؒ، حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا مظہر علی اظہرؒ سمیت تمام دینی

اکابر کی عملی رفاقت حاصل رہی۔حکومت نے اس وقت کے گورنر جنرل ناظم الدین کی ہدایت پر ملک بھر میں تحریک ختم نبوت کے تمام مرکزی اور مقامی قائدین کو جیل میں ڈال دیا اور لاکھوں کارکنوں پر وحشیانہ تشدد کی انتہاء کردی۔مولانا عبدالستار نیازیؒ اور مولانا مودودیؒ کو سزائے موت سنائی گئی جبکہ جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ تمام تر حکومتی کوششوں کے باوجود گرفتار نہ ہوسکے اور پس پردہ رہ کر تحریک کو زندہ رکھا۔ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، شیخ حسام الدینؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ سمیت ہر حق گو رہنماء کو عشق رسول ﷺ کی پاداش میں جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ وقت کے چنگیز جنرل اعظم خاں نے مارشل لاء نافذ کر کے لاہور کے نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلائیں، سینکڑوں مجاہدین نے اپنے خون سے تحریک تحفظ ختم نبوت کی آبیاری کی۔ ریاستی تشدد کے شرمناک استعمال سے وقتی طور پر یہ تحریک دبا دی گئی، لیکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ ’’میں نے اس تحریک کی صورت میں، ایک ٹائم بم نصب کر دیا ہے، وقت آنے پر یہ بم ضرور پھٹے گا اور فتنۂ مرزائیت کو اس کے انجام سے دوچار کرے گا۔‘‘

۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کی اسلام دشمن اور وطن دشمن سرگرمیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔جس نے تحریک تحفظ ختم نبوت کے لیے مہمیز کا کام دیا۔آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم کو قائد احرار سید ابوذر بخاریؒ نے اس جرأت مندانہ اقدام پر، ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ:

> ’’صحیح ترین بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی محدود تر حکومت کی مقید ترین اسمبلی نے اس دورِ ضلالت میں ملکی اور عالمی سطح پر کسی برسر اقتدار کفر والحاد کا کوئی رعب اور خوف محسوس نہ کیا۔اور تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے شہداء کے خون بے گناہی کا روحانی پیغام قبول کر لیا ہے۔‘‘

۲۲رفروری ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کا ایک گروپ' شمالی علاقہ جات میں سیر و تفریح کی غرض سے ملتان سے پشاور جانے والی گاڑی چناب ایکسپریس کے ذریعے روانہ ہوا۔ جب گاڑی ربوہ (موجودہ چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پہنچی تو مرزائیوں نے گاڑی میں مرزا قادیانی کا کفر والحاد پر مشتمل لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔جس سے طلباء اور قادیانیوں میں جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی۔قادیانیوں نے اپنے ذرائع سے طلبہ کی واپسی کا وقت اور دن معلوم کر کے طلبہ سے نمٹنے کا منصوبہ بنایا۔جب طلبہ واپس پہنچے۔تو قادیانی اسٹیشن ماسٹر نے طلبہ کے ڈبے پر نشان لگا دیا۔قادیانیوں نے ڈبے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے بے لگام قادیانی ہجوم کو دیکھتے ہوئے طلبہ نے کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے۔ہجوم، کھڑکیاں اور دروازے توڑ کر ڈبے میں داخل ہو گیا۔تمام طلبہ کو ڈبے میں گھسیٹتے ہوئے باہر لائے، ان پر اتنا تشدد کیا کہ وہ خون میں نہا گئے۔گاڑی کا سگنل ہو چکا تھا۔لیکن سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گاڑی کو روکے

رکھا گیا۔ جب قادیانیوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی، تب گاڑی روانہ ہوئی۔ جب گاڑی ختم نبوت کی خاطر لہولہان ہونے والے طلبہ کو لے کر فیصل آباد پہنچی تو پورے شہر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

قادیانیوں کی اس بہیمیّت پر پورا ملک خصوصاً فیصل آباد سراپا احتجاج بن گیا۔ زخمی طلبہ کی مرہم پٹی کی گئی، وہی تحریک جو برسوں پہلے ریاستی تشدد سے بظاہر دب گئی تھی، ایک بار پھر سر اٹھانے لگی۔ پورے ملک میں احتجاجی ریلیوں، جلسوں اور جلوسوں کا سیلاب امڈ آیا۔ حکمرانوں نے حسب معمول اس واقعہ کو بھی دبانے کی کوشش کی لیکن پنجاب اسمبلی میں بھی سانحہ ربوہ کی بازگشت سنی گئی۔ قائد حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے کہا کہ ''ختم نبوت کی دینی حیثیت کے متعلق تمام ملک کے علماء متفق ہیں کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے سات دن منصوبہ بندی کی مگر حکومت نے کوئی نوٹس نہیں لیا''۔ قادیانیوں کی اس چنگیزیت کو دیکھتے ہوئے اور صورت حال کو بھانپتے ہوئے، ملک کے تمام اکابر علماء و قائدین متفق ہو گئے۔ ۹؍جون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں مجلس عمل کا اجلاس ہوا۔ مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ، مولانا عبید اللہ انورؒ، مولانا عبدالستار نیازیؒ، آغا شورش کاشمیریؒ اور نوابزادہ نصر اللہ خان وغیرھم ایسی نمائندہ دینی وقومی شخصیات نے اس اجلاس میں شرکت کی۔

تحریک آہستہ آہستہ زور پکڑتی جا رہی تھی۔ ۹؍جون کے اجلاس میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا کنوینئر مقرر کیا گیا جبکہ ۱۷جون فیصل آباد کے اجلاس میں مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت علماء اسلام، حزب الاحناف، مرکزی جمعیت اہل حدیث، جماعتِ اسلامی، مسلم لیگ، جمہوری وطن پارٹی اور دیگر مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کی مرکزی قیادت نے بھرپور شرکت کی۔ چونکہ مختلف مکاتب فکر اور مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے قائدین موجود تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت ہمارے حصے میں آئے۔ بالآخر سید ابوذر بخاریؒ اور شورش کاشمیریؒ کی گہری بصیرت سے یہ مشکل مرحلہ بہ آسانی حل ہو گیا۔ چنانچہ حضرت علامہ بنوریؒ کو صدر اور علامہ محمود احمد رضویؒ کو مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ تحریک کو مزید مؤثر اور طاقتور بنانے کے لیے آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، سید ابوذر بخاریؒ، علامہ محمود احمد رضویؒ، مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر جید علماء کرام نے ملک کے طوفانی دورے کیے اور مسلمانوں کو قادیانیت کا حقیقی چہرہ دکھایا۔ ایسے ایسے علاقوں میں گئے، جہاں لوگ قادیانیت کے نام سے بھی واقف نہیں تھے۔ قائدین تحریک کے اس اقدام سے قادیانی بوکھلا گئے۔ اسی دوران قادیانیوں نے اسلحہ کی نمائش اور تشدد کے ذریعہ سے کئی مقامات پر مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی کوششیں کیں۔ بھٹو حکومت

نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ تحریک دب جائے مگر اسے ناکامی ہوئی ۔سید ابوذر بخاریؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے ۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دوسرے فرزندوں سید عطاء المحسن بخاریؒ اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کو بھی گرفتار کرلیا گیا، مگراس سے عوامی جوش وخروش میں مزید اضافہ ہوگیا۔

اس مقدس تحریک میں طلبہ تنظیمیں بھی پیش پیش تھیں ۔اسلامی جمعیت طلبہ، جمعیت طلبہ اسلام، انجمن طلبہ اسلام اورتحریک طلبا اسلام کی خدمات کوفراموش نہیں کیا جاسکتا۔تحریک طلباء اسلام کے مرکزی صدر ملک رب نواز چنیوٹی کی شعلہ نوائی سے خائف ہوکرانہیں گرفتار کرلیا گیا۔

حکومت بالآخر تحریک کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی۔قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی قائم کر دی گئی ۔جسے فریقین کی بات سن کر فیصلہ کرنا تھا۔اس کمیٹی میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد پر کئی روز جرح کی گئی۔قومی اسمبلی میں مجلس عمل کی نمائندگی مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالحقؒ (شیخ الحدیث ، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک) اور دیگر ارکان کرر ہے تھے ۔مذکورہ حضرات نے شب وروز کی مساعی جمیلہ سے وہ تمام لٹریچر جمع کیا، جوخصوصی کمیٹی کے لیے ضروری تھا۔

شہداء ختم نبوت کا مقدس اور پاک پوتر خون اور قائدین تحریک تحفظ ختم نبوت کی بے لوث قربانیاں رنگ لے آئیں ۔قومی اسمبلی نے مرزا ناصر پر گیارہ دن تک اور مرزائیت کی لاہوری شاخ کے امیر پر سات گھنٹے مسلسل بحث کی۔کئی دفعہ ایسے نازک موڑ بھی آئے کہ الجھاؤ کا خطرہ لاحق ہوگیا اور مجلس عمل کے رہنما اس سلسلے میں کسی بھی تاخیر والتوا سے بچنے اور فیصلہ کن مرحلے تک پہنچنے کی خاطر سر بکف ہو کر قید و بند کے لیے تیار ہو گئے مگر خداوندِ عالم کے فضل و کرم سے اتفاق رائے ہوگیا۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا وہ مبارک دن آ پہنچا، جب قادیانیوں کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر سہ پہر ۴ بج کر ۳۵ منٹ پر قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا۔عبدالحفیظ پیرزادہ نے اس سلسلے میں آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا اور جب یہ بل متفقہ رائے سے منظور ہو گیا تو حزبِ اقتدار و حزبِ اختلاف فرطِ خوشی و مسرت سے آپس میں بغل گیر ہوئے ۔اس طرح یہ تاریخ ساز دن علماء حق اور شہداء ختم نبوت کی بے لوث قربانیوں کی فتح کا دن ثابت ہوا۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس، تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون:0641-462501

ادارہ

تذکارِ امیر شریعت

آزادی کے بعد ملتان میں ضیاء صدیقی نے گرانقدر ادبی خدمات سرانجام دیں۔انہوں نے ملتان میں ''بزمِ ضیائے ادب'' کے ذریعے مشاعرے کی روایت کو ایک بار پھر بھرپور انداز میں زندہ کیا۔

ضیاء صدیقی نے ۲۷۔اپریل ۱۹۶۹ء کو ۶۷ برس کی عمر میں انتقال کیا اور حسن پروانہ ملتان کے قبرستان میں پیوند خاک ہوئے۔اور ملتان میں تہذیب وادب کا ایک باب ختم ہوگیا۔

پروفیسر جعفر بلوچ نے ان کی وفات کے اکتیس برس بعد (۲۰۰۰ء) میں ان کا پہلا مجموعہ کلام ''آثارِ ضیاء'' کے نام سے مرتب کیا' جو کہ یقیناً ایک قابلِ قدر کام ہے۔

ضیاء صدیقی محکمۂ انہار میں ملازم تھے اور ملازمت کے سلسلے میں انہیں اکثر دوسرے شہروں کے دورے پر جانا پڑتا تھا۔اس کتاب میں ضیاء مرحوم کی بیٹی محترمہ شبنم حمید کا ایک مضمون ''میرے ابّا جان'' کے عنوان سے شامل ہے۔اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ ضیاء مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے اکثر ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔

محترمہ شبنم حمید لکھتی ہیں:

''امیر شریعت جناب عطاء اللہ شاہ بخاری سے اکثر ملاقات رہتی۔ملتان کے مضافات میں اگر وہ جمعہ کے روز ٹور پر ہوتے تو وہاں جمعہ کا خطبہ سنتے۔اگر امام مسجد کوئی جہالت کی بات کرتا تو آکر بخاری صاحب سے تذکرہ کرتے اور یوں دیہاتی علاقے کی مسجدوں میں صحیح نظریۂ اسلام وایمان پہنچانے اور اصلاحِ احوال کا بندوبست کرتے۔''

سلیم الیکٹرونکس

ڈاؤلینس ریفریجریٹر کے بااختیار ڈیلر

حسین آگاہی روڈ۔ملتان فون:061-512338

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

’’مردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے‘‘

سرمایہ دار طبقہ اور بااختیار لوگ اپنے ماتحتوں پر کس طرح ظلم وستم کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ وہ ملازم‘ مزدور اور کھیتوں پر کام کرنے والے لوگ جن کی محنت کے بل بوتے پر ایک جاگیردار، ایک وڈیرا کروڑوں روپے کماتا ہے اور بے کار لاش کی طرح گھر بیٹھے کھاتا ہے اُس مزدور، اُس ماتحت کو، اُس کی قوتِ لایموت کے لئے اتنا بھی نہیں کرتا کہ اُس کے خون جلانے کے معاوضے کے طور پر اس کی تنخواہ مہینے کے بعد، ہزار پندرہ سو سے بڑھا کر چار پانچ ہزار کردے جس کے خون پسینے کی کمائی پر پیجارو جیسی پانچ سات گاڑیاں لئے پھرتا ہے۔ اُسے اتنا ہی معاوضہ ادا کردے کہ وہ سائیکل ہی خرید سکے۔ اس ظالم سرمایہ دار کے بیٹے، بیٹیاں جہاں امریکن، پبلک، انگلش سکولوں بلکہ یورپ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں تو اس ماتحت کی اولاد کم از کم عام سکولوں میں ہی تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہو سکے۔ کے ایف سی، میکڈونلڈ میں چرغے، مرغے، پیزا، برگر کو فضلہ بنانے والی اُن مشینوں نے کبھی نہیں سوچا کہ ان کے ماتحت کام کرنے والے کی بھی عزتِ نفس ہے۔ اُس کی بھی ضروریات ہیں۔ آج کا جاگیردار اپنے مزارع کے پورے خاندان کو زرخرید غلام بنا کر، گھر کے کام کاج سے لے کر، اُس کی بہو، بیٹی کی عزت تباہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ مگر ستم بالائے ستم یہ کہ اُسے نان جویں سے بھی محروم رکھتا ہے۔ جب وہ کسی بیماری سے مرنے لگے تو بیل گاڑی پر ڈال کر نشتر یا کسی میو ہسپتال کی نذر کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ہزار بارہ سو ماہوار کا ایک نوجوان مزدور اپنی تنخواہ کا کارڈ لے کر کارخانے کے منیجر کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میری والدہ بیمار ہے۔ دوا کے لیے سو روپے ایڈوانس چاہیے۔ پہلے تو منیجر صاحب اُس کی عزتِ نفس کی ایسی تیسی کرنے میں کوئی کسر روا نہیں رکھتے اور پھر فیکٹری کا مالک، سرمایہ دار اُس کی غربت اور محرومیوں کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے کہتا ہے ’’تم اس مہینے تین سو روپے پہلے ہی ایڈوانس لے چکے ہو پہلی تاریخ کو کیا کرو گے......؟ اُس ظالم اور سفاک مالک کو یہ احساس نہیں ہوتا اور کبھی خیال نہیں آتا کہ اس نوجوان مزدور کو جو ہر مہینے پانچ سات سو روپے ایڈوانس لینا پڑتا ہے اس کی زندگی کی بھی کچھ ناگزیر ضروریات ہیں۔ چلو! جس مزدوری کی محنت کے بل پر میں اپنے گھر کو سونے چاندی سے بھر رہا ہوں، اس کی تنخواہ میں پانچ سات سو روپے کا ماہوار اضافہ ہی کر دیا جائے۔ احسان دانشؔ مزدور شاعر کو شاید اسی لئے کہنا پڑا تھا: ؎

محنت کا صلہ اہلِ قیادت سے نہ مانگو
مُردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے

متذکرہ بالا عنوان کی ہزاروں داستانیں ہمارے اردگرد بکھری پڑی ہیں۔ میرے ایک رفیق کار نے مجھے ایک آپ بیتی سنائی کہ میری ٹیپ ریکارڈر چوری ہوگئی۔ میرے ایک ہمسائے‘ پولیس میں ملازم تھے۔ اُن سے بات کی۔ چند دنوں کے بعد اُن کے ذریعے ٹیپ ریکارڈ مجھے مل گئی۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ تین چار مہینوں کے بعد وہ پولیس ملازم میرے گھر آیا اور کہنے لگا۔ وہ ٹیپ ریکارڈر

ذرا عدالت میں پیش کرنی ہے ہے اور آپ کی گواہی بھی ہے ٹیپ ریکارڈر لے کر آپ کل عدالت میں آ جائیں۔ میں دوسرے دن ٹیپ ریکارڈر لے کر عدالت میں چلا گیا۔ کافی انتظار کے بعد میں نے دیکھا کہ پولیس، نحیف ونزار آدمی کو ہتھکڑی لگا کر اندر لے جارہی ہے۔ اس کی نظر جب ٹیپ ریکارڈر کے ساتھ مجھ پر پڑی تو اُس نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور وہ بددعائیں دیں کہ الاماں! الحفیظ! اُس نے مجھے کہا ''میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ تیرا کیا نقصان کیا ہے تو نے پہلے مجھے کبھی دیکھا ہے؟ میں نے تیرے گھر چوری کی ہے؟ تُو ٹیپ ریکارڈر چوری کی گواہی میرے خلاف دینے کے لئے آ گیا ہے۔ جس طرح میں، میرے بیوی بچے ظلم وستم کا شکار ہیں اللہ تعالیٰ تجھے بھی اُسی طرح تباہ و برباد کرے!'' میں ندامت اور شرمندگی سے پانی پانی ہوگیا۔ میں نے اس سے معافی مانگی اور کہا کہ مجھے تو کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ میری ٹیپ ریکارڈر چوری ہوگئی تھی۔ پولیس کے آدمی کے ذریعے مجھے مل گئی۔ انہوں نے کہا کہ آج تیری گواہی ہے۔ آ جانا! مجھے اور کسی بات کا علم نہیں ہے۔

پھر اُس آدمی نے مجھے اپنی کہانی سنائی کہ میں ایک زمیندار کے ہاں ملازم تھا۔ کئی سال تک اس کی خدمت کی بچی کھچی روٹی اور کپڑوں کی اُترن کے سوا کچھ نہیں ملتا تھا۔ اکیلے تو گزارا ہوتا رہا۔ بیوی بچوں کے بعد ضروریاتِ زندگی، بیماری وغیرہ میں مشکل پیش آنے لگی۔ میں نے اپنے مالک سے کئی دفعہ درخواست کی کہ چھوٹی موٹی تنخواہ مقرر کر دی جائے، مگر انسان تنگ دل پیدا کیا گیا ہے۔ لالچی ہے۔ اپنی ہر غرض پوری کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ مگر ملازم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کا دل جلدی مائل نہیں ہوتا۔ اپنی مطلب برآری کے لئے ہر ناجائز بات کو بھی جائز بناتا اور گھٹیا سے گھٹیا اقدام پر بھی اتر آتا ہے۔ اور ماتحت کے حقوق غصب کرنے میں بڑا شیر بنا رہتا ہے۔ بدزبانی، کٹ حجتی، بے عزتی، توہین آمیز سلوک سے دوسرے کی عزتِ نفس کو ہر وقت کچوکے لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا یہ کہ اُس کے اپنے اندر کوئی خوبی نہیں ہوتی۔ مجھے ایک جگہ روٹی کپڑے کے ساتھ ایک ہزار روپے ماہوار تنخواہ پر نوکری مل گئی۔ میں نے زمیندار کو بتایا کہ اگر آپ کوئی تنخواہ مقرر نہیں کرتے تو میں جارہا ہوں۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا ''اچھا تمہارا کل فیصلہ کر دیا جائے گا'' اور سرِ شام مجھے پولیس پکڑنے آ گئی۔ کہ تم پر چوری کا الزام ہے۔ ''یہ تمہاری ٹیپ ریکارڈر کی چوری اور پتہ نہیں کیا، کیا جھوٹے الزامات لگا کر مجھے جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ بیوی بچوں کو علیحدہ ذلیل وخوار کیا جارہا ہے، پتہ نہیں کس حال میں ہیں؟'' سرمایہ دار، وڈیرے چھوٹے آدمی پر کس طرح جور وستم کے پہاڑ توڑ کر اللہ کے غضب کو آگ دکھاتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ مظلوم اگر چہ کیسا ہی نحیف ونزار ہو، ظالم کے ظلم کی تاب لاسکتا ہے لیکن ظالم، مظلوم کی آہ کی تاب نہیں لاسکتا۔ اللہ ڈھیل دیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ظالم اپنی سرکشی اور غرور کے گھمنڈ میں کہاں تک بھٹکتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو ایسے لوگوں کی لاش کتوں سے نُچواتا ہے۔ جنازے کو کندھا دینے والا کوئی نہیں ملتا۔ ایک لنگڑے مچھر کے ذریعے، نمرود کی ساری نخوت کو ملیامیٹ کر دیتا ہے وہ بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے۔

کسی کے چہرے پہ غازہ کسی کی آنکھ میں دھول   کسی کے پاؤں میں کانٹا، کسی کے ہاتھ میں پھول
آخر کہاں تک رہے گا یہ جہان کا معمول   کہ جیسے بند دریچوں پہ رحمتوں کا نزول

مولانا محمد مغیرہ

انبیاء کرام اور قادیانی گستاخیاں

اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات اپنی مخلوق تک پہنچانے کے لئے بعض انسانوں کو منتخب کیا اور ان برگزیدہ انسانوں کو بچپن سے لے کر آخر تک اپنی نگرانی میں رکھا ان نفوس مقدسہ کو ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے نہ صرف پاک رکھا بلکہ ان کے قریب ہی نہیں آنے دیا۔ طبقہ انبیاء ورسل' اخلاق وعادات میں سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے۔ ان کی سیرت اتنی پاکیزہ ہے کہ ان کی پیروی میں دنیا وآخرت کی کامیابی پنہاں کر دی گئی جو کچھ ان کی زبان سے نکلا وہ ہمیشہ سچ ثابت ہوا۔ جس کا ان کے جانی دشمنوں نے بھی اقرار کیا۔ کیا شان ہے کہ ان کی تعلیم وتربیت کا اانتظام خود علاّم الغیوب کرتے رہے۔ ان نفوس نے دنیا میں کسی سے ایک حرف تک نہیں سیکھا مگر اللہ نے ان کو اپنی طرف سے اتنا علم دیا کہ دنیا میں ان کے علم کے برابر کسی کا علم نہیں۔

تمام انبیاء ورسل ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہے اور ہمیشہ دوسرے کا احترام بجا لاتے رہے۔ انبیاء کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السّلام جو ابوالبشر تھے، سے شروع ہو کر حضرت نوح علیہ السّلام، حضرت ابراھیم علیہ السّلام، حضرت یعقوب علیہ السّلام، حضرت یوسف علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ہوتا ہوا ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچا۔ آپ اس سلسلہ کے آخری رہنماء تھے، جو دو جہاں کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کے بعد نبی و رسول نہیں۔ قیامت کی صبح تک آپ کی تعلیمات پر عمل سے ہی اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی ملے گی۔

اسلامی تعلیمات میں سے یہ بھی ہے کہ جس طرح ہم اپنے آقا ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان کہلانے کے حقدار ہوئے ہیں ایسے ہی حضور علیہ السّلام سے پہلے تمام انبیاء اور رسل پر ایمان لانا بھی مسلمان کے لئے ضروری ہے اور جس طرح حضور علیہ السّلام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرنا یا کسی طرح صراحتاً یا کنایۃً ایسے الفاظ لکھنا یا بولنا جس سے آپ کی معاذ اللہ تحقیر ہوتی ہو موجبِ کفر ہے اسی طرح آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السّلام کے لئے بھی ایسے الفاظ بولنا یا لکھنا اور ان کا احترام ملحوظ خاطر نہ رکھنا بھی موجب کفر وضلالت ہے چاہے وہ نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو، نیز باقی اسلامی احکامات پر مکمل عمل پیرا ہو

مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو پڑھیے کہ اس نے اس سلسلے میں شرافت کی تمام حدیں پھلانگ دی ہیں۔ اور انبیاء ورُسل کی توہین وتحقیر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱)''خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔'' (روحانی خزائن، جلد۲۲ص ۵۷۵)

۲)''موسیٰ نے کئی لاکھ بے گناہ بچے مار ڈالے۔'' (روحانی خزائن، جلد۹ ص ۳۵۳ حاشیہ)

۳)''پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز مرزا غلام احمد قادیانی' اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے

بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔'' (روحانی خزائن، جلد۲۱ص۹۹)

۴)''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) معجزات لکھے، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۱ص۲۹۰)

۵)''آپ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی ادنیٰ ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا۔''

(روحانی خزائن، جلد۱۱ص۲۸۹)

۶)''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو) کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

(روحانی خزائن، جلد۱۱ص۲۸۹)

۷)''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۸ص۲۴۰)

۸)''خدانے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنخضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے۔''

(روحانی خزائن، جلد۱۸ص۲۱۲)

۹)''جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں فرق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۶ص۲۵۹)

۱۰)''اور جو یہ فرمایا کہ "واتخذوا من مّقام ابراهيم" مصلیٰ یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ یہ ابراہیم (مرزا غلام احمد قادیانی) جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ تیئں بناؤ۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۷ص۴۲۰، ۴۲۱)

۱۱)''خدانے مجھے تمام انبیاء علیہم السّلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، اور آنخضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔''

(روحانی خزائن، جلد۲۲ص۷۶)

۱۲)''انبیاء گرچہ بودہ اندبسے ۔من بعرفان نہ کمترم کسے ۔اگرچہ دنیا میں بہت سارے نبی ہوئے ہیں لیکن علم وعرفان میں مَیں کسی سے کم نہیں ہوں۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۸ص۴۷۷)

مذکورہ بالا عبارتیں مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی کتب سے بحوالہ پیش کی گئی ہیں۔ ان عبارتوں کے ہر ہر لفظ سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء ورسل کی توہین وتحقیر ٹپک رہی ہے جو واضح کفر ہے کسی قسم کی حیل وحجت وتاویل کی قطعاً گنجائش نہیں۔ کون ہے جو کفریات کو پڑھنے کے بعد بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان تصور کرے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ رکھتا ہے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ قادیانی، ایسے بدزبان وبدنہاد شخص کے گمراہ کن جال سے باہر نکلیں، حقائق کی دنیا میں آئیں اور ہدایت پائیں۔

عینک فریمی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ حکمرانوں کو مجبوراً اقتدار چھوڑنا پڑے گا۔ (شہباز شریف)

''جیسے مجھے چھوڑنا پڑا تھا''

☆ عوام کو وردی کی فکر نہیں، اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ (گورنر خالد مقبول)

''اور مسائل ہم نے حل کر دیئے ہیں''

☆ اسامہ اور مُلّا عمر زندہ ہیں۔ (القاعدہ کا دعویٰ)

بش اور بلیئر خیر منائیں!

☆ نوابزدہ کی سیاست، عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ نصر اللہ کو سیاسی پیغمبر مان لیا۔ (اجمل قادری)

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

☆ عراق میں امریکی فوجیوں نے برطانوی صحافی کو گولی ماری۔ (امریکہ کا اعتراف جرم)

''چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے''

☆ نوکری پیشہ کا کردار کبھی قابل ذکر نہیں رہا۔ (حسن نثار)

آپ بھی تو ایک نوکری پیشہ کردار ہیں......!

☆ پاکستانی فوجیوں کی شہادت پر امریکی معذرت قبول! (ایک خبر)

''آپ تو ہمارے مائی باپ ہیں!''

☆ اپوزیشن کو پارلیمنٹ چلا کر دکھائیں گے۔ (جمالی)

پارلیمنٹ ہے یا کوئی ویگن ہے!

☆ زرداری نے ایک ارب ڈالر امریکہ، سوئٹزر لینڈ اور برطانیہ منتقل کئے۔ (امریکی رپورٹ)

اربوں کی لوٹ مار ہے، ہیروں کا ہار ہے
رہزن تو اک فریب تھا، ہے رہنما فریب

☆ پرویز مشرف میرے باس ہیں ☆ واجپائی میرے بزرگ ہیں۔ (جمالی)

کس بات کو صحیح سمجھا جائے!

☆ ۲۰۰۷ء میں بجلی سستی کر دی جائے گی۔ (آفتاب شیرپاؤ)

''کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک''

لالہ ظفر

چیدہ چیدہ (جدید لغت)

جانڈس: (جان ڈس۔ یرقان) جان کو ڈسنے والا مرض۔

Mangoes: (مَین گوز) آدمی جاتا ہے۔

مَیچور: جس میں مَے چوری کی سمجھ بوجھ ہو۔

وی سی آر: (ویری کلوز ریلیٹو) قریبی رشتہ دار۔

وی سی پی: (وائس چانسلر پریذنٹ) حاضر سروس چانسلر

اے آر ڈی: (اڑاند کا مخفف) اس کا مطلب ہے رکاوٹ۔

ایم ڈی اے: (مُردہ) یہاں کبھی مردہ خانہ تھا۔ اب ملتان ترقیاتی ادارہ ہے۔

ورڈ بینک: (لفظوں کا بینک) صرف لفظوں سے کام لینے والا۔

بی ڈی ایس: بچے ڈاٹر سمیت۔

بی فارمیسی: (بی فارمی سی) بیوی میری سی۔

چمبیلی: (چم اور بیلی) گہرا دوست۔

فرانس: فیرآنس۔

Hell,o: او جہنمی۔

Ugly: (اگلی تو چگلی آئی) دونوں کا مطلب ہے بدصورت۔

کچہری: (کچ ہری) وہاں کے لوگ فوراً پکڑ لیتے ہیں۔

ڈیوٹی: (Due tea) میری چائے آپ کی طرف بنتی ہے۔

آئی ایم ایف: (آئی ایم اِف) اگر میں ان کا ہوا تو قرض ملے گا' ورنہ نہیں۔

Participate: پارٹی میں شرکت کر کے پیٹ بھریں۔

Submitted: سب پر مٹی ڈالو۔

بنتِ امیر شریعت سیدہ اُمّ کفیل مدظلہا

سلام

سید الکونین کے سب جاں نثاروں کو سلام
دین کے اُن اوّلیں بنیاد کاروں کو سلام

سر بکف قرآں بلب رہتے تھے جو گرد نبی
بدر کے اُن تین سو تیرا ستارو ں کو سلام

رات کو تھیں سجدہ گاہیں دیدۂ گریاں سے تَر
صبحدم جنگاہ میں ، اُن شہسواروں کو سلام

ہم تو ہیں ہی نام لیوا' معترف منکر بھی ہیں
اُن جگرداروں،شہیدوں، جاں سپاروں کو سلام

گولیوں سے بھون ڈالا جن کو اعظم خان نے ☆
اُن کی روحوں پر سلام' اُن کے مزاروں کو سلام

دارِ بنی ہاشم' ملتان
(اگست' ۲۰۰۳ء)

☆ جنرل اعظم خان' جس کے مارشل لائی حکم پر ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں لاہور میں سینکڑوں مسلمان شہید کر دیئے گئے۔

سید کاشف گیلانی

کس قدر پابندیاں لگتی رہیں احرار پر

دِل ہے زخمی چشم ہے گِریاں ترے افکار پر
حیف تیری عقل پر تُف ہے ترے کردار پر
مسندِ شاہی زیادہ دِن رہی ہے کِس کے پاس
شوق سے پیہم لگا پابندیاں اِظہار پر
غافلوں سے دُور رہتا ہے سدا پروردگار
رحمتیں اُس کی برستی ہیں دِل بیدار پر
مَیں پیامِ حق اُسے دینے سے ٹل سکتا نہیں
وہ خفا ہوتا رہے بیشک مرے اشعار پر
توبہ توبہ میں کروں تسلیم اسرائیل کو
میں بھروسہ کر نہیں سکتا کبھی اغیار پر
میں کسی نمرود کو کہہ دوں خدا ممکن نہیں
سر اگر رکھ کر کوئی پوچھے مرا ' تلوار پر
جس کی غدّاری سے آیا قومِ مُسلم پر عذاب
وقت نے اُس کا مقدر لکھ دیا دیوار پر
جب توقع ہی نہیں مجھ کو کہیں اِنصاف کی
میں نہ دستک دینے جاؤں گا کسی دربار پر
مٹ سکا ہے کس ستمگر سے مگر اُن کا وجود
کس قدر پابندیاں لگتی رہیں احرار پر
کیا اُسے منصور کہنے میں تجھے باک ہے
جس نے کاشفؔ حق کہا بے خوف ہو کر دار پر

ڈاکٹر عتبان محمد چوہان

غزل

آسماں پر ایک بھی اُمید کا تارا نہیں
رات بھر جاگا تو ہوں ہمت مگر ہارا نہیں
تیری ناراضی کے ہی اک بے تحاشا خوف سے
کون سی خواہش ہے وہ میں نے جسے مارا نہیں
پھیلتی ہی جا رہی ہیں کچھ قفس کی سرحدیں
کچھ ہماری آہ کو پرواز کا یارا نہیں
کچھ ہوا تھا رات ایسا تری محفل میں ضرور
ورنہ میری آنکھ سے بہتا کبھی دھارا نہیں
یہ ازل سے لوح پر تقدیر ہے لکھی ہوئی
آدمی جیتا نہیں اور غم کبھی ہارا نہیں
مصلحت ہی سامنے تھی ورنہ اے میرے خدا
تو نے بھی قابیل کو اُس قتل پر مارا نہیں
آج پھر عِتبانؔ تیری بے کلی کا اِک سبب
کچھ عیاں مجھ پر ہوا تو ہے مگر سارا نہیں

☆......☆......☆

جریدہ: ماہنامہ ''تعمیرِ افکار'' کراچی (بیاد: پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم) مدیر: سید عزیز الرحمٰن

ضخامت: ۴۹۶ صفحات قیمت: ۱۸۰ روپے مطبع: احمد برادرز پرنٹرز، ناظم آباد کراچی

ماہنامہ ''تعمیرافکار'' نے اپنی اس اشاعتِ خاص میں پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم کے حوالے سے بہت سے نادر مضامین جمع کئے ہیں۔ جن میں اُن کی زندگی کے حالات و واقعات، تعلیم، ملازمت، زبان دانی، مطالعہ، علمی و ادبی خدمات اور افکار پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مختلف ادبی، علمی شخصیات نے مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا ہے' اُن کے علاوہ مدیر محترم نے بڑی کاوش سے' پروفیسر سید محمد سلیم کے خطوط اور پھر مرحوم کے نام مشاہیر ادب و سیاست کے خطوط ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں۔

اس اشاعت میں پروفیسر محمد سلیم مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مرحوم کی شخصیت کو علمی و ادبی دنیا میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ تاریخ، ادب اور اسلامی علوم اُن کے مطالعہ و تحقیق کے خاص میدان تھے۔ انہیں اردو، فارسی، عربی، انگریزی، سندھی اور ہندی زبانوں پر خاص عبور تھا۔ اس خوبصورت مجموعہ کی طباعت کا تمام تر اہتمام پروفیسر سید محمد سلیم اکیڈمی (رجسٹرڈ) کی جانب سے کیا گیا ہے۔ شاندار ٹائٹل کے ساتھ ماہنامہ کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ پرنٹنگ معیاری ہے۔ اس اشاعت خاص پر ''تعمیرِ افکار'' کے مدیر اعلیٰ ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری اور مدیر سید عزیز الرحمٰن خاص طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں' جن کی محنت سے یہ جریدہ ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزرا اور ایک علمی و ادبی شخصیت کے نادر و غیر مطبوعہ نثر پارے منظر عام پر آ گئے۔ امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کی بھرپور پذیرائی کی جائے گی۔ (تبصرہ: ابوالادیب)

جریدہ: ششماہی ''السیرۃ'' (شمارہ: مئی ۲۰۰۳ء) مدیر: سید فضل الرحمٰن

ضخامت: ۴۱۶ صفحات قیمت: ۱۲۵ روپے ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ اے۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴۔ کراچی

ششماہی ''السیرۃ'' نے ربیع الاوّل کے حوالے سے ایک خوبصورت اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ جس میں ''شبِ ظلمت (عرب قبل از اسلام)، خطبۂ حجۃ الوداع (مطالعات و مآخذ پر ایک نظر)، سندِ حدیث اور مستشرقین، رسول کریم ﷺ کے طریقۂ تعلیم کی خصوصیات، انسانی شخصیت و کردار، سیرت طیبہ کی روشنی میں، مقالات سیرت ایک تعارفی جائزہ، کتاب اللہ اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ'' جیسے وقیع موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ ان کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ محترم سید فضل الرحمٰن کی تدوین کردہ ''فرہنگِ سیرت'' مکمل طور پر ''السیرۃ'' زیر نظر شمارہ میں شائع کر دی گئی ہے۔ اس فرہنگ میں سیرت طیبہ میں ذکر ہونے والے قریباً تین ہزار الفاظ، مقامات، شہر، پہاڑوں، چشموں، قبائل وغیرہ کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ جنہیں حروف تہجی کے حساب سے ترتیب دیا گیا ہے۔ زیر نظر لغت میں اُن مشکل الفاظ کا احاطہ کیا گیا ہے' جو سیرت کی کتابوں میں ملتے

ہیں۔نیز افراد اور قبائل کی تحقیق اور تفصیل انتہائی کامیابی کے ساتھ تحریر کی ہے۔جو اپنے موضوع پر منفرد اور نئی پیشکش ہے۔مجموعی طور پر ششماہی ’’السیرۃ‘‘ کی یہ اشاعت سابقہ ہر اشاعت کی طرح قابل داد ہے۔ (تبصرہ:ابوالادیب)

کتاب:’’حدیث کلاب حوأب کا تاریخی،تحقیقی اور علمی محاسبہ‘‘ مؤلف:پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی

ضخامت:۶۰۸صفحات قیمت:۲۵۰روپے

ناشر:قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی مرکزی جامع مسجد سیدنا معاویہ چوک۔حویلیاں ،ہزارہ

کچھ عرصہ پہلے پاکستان کی ایک معروف علمی شخصیت محترم مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے قلم سے ’’عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت‘‘ کے عنوان پر ایک مضمون علمی مجلّہ ’’البلاغ‘‘ میں چھپا اور بعد میں اس مضمون کو ایک پمفلٹ کی شکل دے دی گئی،جس میں عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر ایک حدیث کلاب حوأب (جس میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے نکلنے کا عجیب انداز سے ذکر ہے) کا سہارا لیا گیا۔جس کے ضمن میں کچھ ایسے الفاظ نوکِ قلم پر آ گئے جو بجائے خود نا قابل بیان تھے۔جبکہ جس حدیث کا سہارا لیا گیا وہ بھی منصب صحابیت کے خلاف تھی۔منصبِ صحابیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:’’صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ ونقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیح احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود مؤوّل قرار دی جاتیں۔‘‘

نہ معلوم کیوں حضرت مفتی صاحب سے اس مسئلہ میں سہو ہو گیا کہ وہ اپنے مضمون میں ایسی حدیث لائے جو اس قصہ کے ساتھ کسی طور پر صحیح نہیں بیٹھتی اور پھر یہ بھی کہ وہ اپنے راویوں کے اعتبار سے بھی نہایت پریشان کن ہے جس پر ایک ہمدرد عالم جناب قاضی محمد طاہر الہاشمی صاحب نے گرفت کی اور حضرت کو ان کے تسامح کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر حضرت کے ایک قریبی ساتھی شاہ محمد تفضّل علی،جو اُن کے تربیت یافتہ ہیں نے اس کے جواب میں ایک کتاب تحریر کر دی۔پہلے کیا غلطی تھی کہ اب اس غلطی کو اور بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔جو کچھ جوابی طور پر لکھا گیا،معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ اہل سنت کی ترجمانی ہے یا روافض کی؟ یقیناً اس کا جواب دینا اور اہل سنت کے موقف کو واضح کرنا ضروری تھا،جس پر محترم مولانا قاضی محمد طاہر الہاشمی صاحب نے پھر قلم اٹھایا اور اسی حدیث کلاب حوأب پر سیر حاصل مواد جمع کیا کہ اس روایت کی کیا حیثیت ہے۔اگر اس کی کوئی حیثیت ہے تو اس کا اصل مصداق کون ہے اور بے شمار جگہوں پر شاہ محمد تفضّل علی کی غلطیوں کی نشاندہی کی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا تحفظ کیا۔غلطی بہرحال غلطی ہے اور اس کی اصلاح بھی اشد ضروری ہے۔اصلاح کے راستے میں شخصی تشخص کو حائل کر کے اُسے روا رکھنا کسی بھی صورت درست نہیں۔اُمّ المومنین کی شخصیت کا تقدس نص قطعی ہے اور اس مقدس نسبت کے مقابلے میں کسی کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔کتاب لائق مطالعہ ہے۔ (تبصرہ:مولانا محمد مغیرہ)

کتاب:’’تشیعت،تاریخ وافکار‘‘ مؤلف:پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

ضخامت:۸۲۴صفحات قیمت:۳۰۰روپے

ملنے کا پتا: قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی، مرکزی جامع مسجد سیدنا معاویہ چوک۔حویلیاں، ہزارہ

کئی فرقے ’اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے۔جن میں سے ایک فرقۂ رافضیت بھی ہے۔اس کی تاریخ نسبتاً قدیم ہے۔یہ فرقہ کب کن حالات میں پیدا ہوا چودہ صدیوں میں کیسے اور کس کے سایہ عاطفت میں پلتا رہا اور اسلام کو نقصان پہنچا تا رہا۔اس فرقہ کے عقائد کیا ہیں؟ تقریباً چودہ صدیوں پر محیط لمحہ لمحہ کی کہانی تاریخ کی زبانی جو ’’شیعیت ‘تاریخ وافکار‘‘ کے نام پر منظر عام پر آ چکی ہے۔ہر وہ آدمی جو اس موضوع سے واقفیت رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے ایک تاریخی دستاویز ہے، جس پر محقق اہل سنت مولانا ابوریحان سیالکوٹی کے قلم سے مقدمہ ہے جو اپنی جگہ لائق مطالعہ ہے۔

(تبصرہ: مولانا محمد مغیرہ)

کتاب: ’’مسئلہ خلافت‘‘ مصنف: مولانا ابوالکلام آزادؒ

ضخامت:۲۳۲صفحات قیمت:۱۰۰روپے ناشر: مکتبہ جمال، تھرڈ فلور، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے اسلوبِ نگارش کے خوشہ چیں اور عاشق صادق، شورش کاشمیری مرحوم نے سچ کہا تھا کہ ’’مولانا آزاد، ہندوستان میں ابن تیمیہ ہیں‘‘ وہ بجا طور پر امام الہند تھے۔ایک ایسی شخصیت جس نے دینی وعلمی اور سیاسی و ادبی حوالے سے بھرپور زندگی گزاری۔جس نے قلم کی طاقت سے ہندوستان کے مردہ دلوں کو جھنجھوڑا اور خطاب کی قوت سے کروڑوں انسانوں کو خوابِ غفلت سے جگا کر انہیں متحرک کر دیا۔انہوں نے ہر مشکل موڑ پر قوم کی بروقت اور صحیح رہنمائی کی۔سچ کہا اور سچ لکھا کہ ’’میں سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتا ہوں۔‘‘

’’مسئلہ خلافت‘‘ دراصل مولانا کا وہ عظیم الشان خطبۂ صدارت ہے جو انہوں نے ۲۸، ۲۹فروری ۱۹۲۰ء کو پراونشل خلافت کانفرنس بنگال کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں ارشاد فرمایا۔جو’’ مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب‘‘ کے عنوان سے پہلی بار مئی ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔جس میں مولانا نے لوگوں کو حکومتِ برطانیہ سے ترک موالات کی دعوت دی اور خلافتِ عثمانیہ کے پس منظر و پیش منظر پر پوری شرح وبسط سے روشنی ڈالی ہے۔نیز خلافت کے لغوی معنیٰ سے لے کر اس کے قیام ونفاذ تک کے معاملات پر قلم اٹھایا ہے۔اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔مگر ان میں ناشرین نے بعض جگہ کانٹ چھانٹ کر کے قلمی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔بھلا ہو جناب مختار احمد کھٹانہ اور شبیر احمد کھٹانہ کا، جنہوں نے اصل نسخہ حاصل کر کے شائع کر دیا۔اب یہ ایک مکمل کتاب ہے۔

آخر میں ناشرین سے درخواست ہے کہ کمپیوٹر کتابت کی وجہ سے کتابت کی بہت سی فاش غلطیاں رہ گئی ہیں۔نیز کتاب کے آخر میں مولانا غلام رسول مہر کے نام مولانا آزاد کے خط کا عکس واضح نہیں۔آئندہ ایڈیشن میں اغلاط کی تصحیح اور مولانا کے خط کی واضح اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔نیز الگ صفحہ پر خط کی کمپیوٹر کتابت دی جائے۔ (تبصرہ: سید محمد کفیل بخاری)

روداد: سید صبیح الحسن ہمدانی

(متعلّم مدرسہ معمورہ ملتان)

پہلی ''شُبانِ احرار کانفرنس'' لاہور

۸رتا ۱۰ر اگست ۲۰۰۳ء کو مرکزی دفتر احرار لاہور میں منعقد ہونے والی سہ روزہ ''شبان احرار کانفرنس'' کا انتظار ہمارے یہاں مدرسہ معمورہ ملتان میں بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔ ۷راگست بروز جمعرات، ہم لوگ عصر ہی سے اپنا سامان ترتیب دے کر۔ اپنے انچارج جناب الیاس میراں پوری کے پاس گئے کہ کب جانا ہے؟ آخر کار مغرب کے وقت پتہ چلا کہ رات ساڑھے بارہ بجے موسیٰ پاک (نائٹ کوچ) لاہور کے لیے روانہ ہوتی ہے۔ اس میں ہماری سیٹیں بک ہیں۔ ریلوے اسٹیشن پر بزرگ نعت خواں اور سرگرم احرار کارکن جناب شیخ حسین اختر لدھیانوی بطور سرپرست ہمارے منتظر تھے۔

نائٹ کوچ رات ساڑھے بارہ بجے ملتان سے روانہ ہوئی۔ دورانِ سفر گاڑی کئی ایک جگہ رکتی رہی۔ صبح قریباً چھے بجے لاہور ریلوے اسٹیشن کے دروازے سے باہر نکلے۔ ۴۳ نمبر ویگن پکڑی اور سیدھا ''دفتر احرار'' (واقع نیو مسلم ٹاؤن) پہنچے۔ ہم ویگن سے اتر کر دفتر میں داخل ہونے ہی والے تھے کہ ایک رکشہ سے محترم ڈاکٹر شاہد کاشمیری اترے۔ انہوں نے ہماری رہنمائی کی اور ہمیں ہمارے کمرے میں پہنچا دیا۔ کچھ دیر آرام کے بعد ہم تازہ دم ہو چکے تھے۔ منہ ہاتھ دھو کر کانفرنس ہال میں آ گئے کہ پروگرام شروع ہونے والا تھا۔ قاری عطاء الحسن جو کہ دارالعلوم ربانیہ والٹن لاہور کے طالب علم ہیں، تشریف لائے اور تلاوت کلام پاک سے تقریب کا آغاز کیا۔ تقریب کا آغاز اگرچہ عام سا تھا لیکن قاری صاحب کی تلاوت عام نہ تھی۔ میں نے پہلی بار اتنی چھوٹی عمر کے لڑکے سے اتنی اچھی تلاوت سنی تھی۔ ان کے بعد محترم قاری محمد یوسف احرار نے درس قرآن دیا۔ ان کے افکار اور ان کے طریقۂ اظہار میں کچھ ایسی ندرت اور شائستگی تھی کہ میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

لاہور والوں کی تلاوت کے تو ہم قائل ہو ہی چکے تھے۔ اب ٹوہ لینے پر علم ہوا کہ دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے طلباء جو اپنی تقریروں کی مشق کر رہے تھے۔ بہت اچھی تیاری کر کے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے اساتذہ بھی تھے۔ جو ان کی ہمت بندھا رہے تھے۔ ان کی مشق سن کر تقریری مقابلہ میں اپنی پوزیشن گم ہوتی نظر آئی۔ لیکن مضامین کے مقابلوں میں ہمیں تلاش کے باوصف کوئی ایسا حریف نہ ملا جو کہ ہم ملتانیوں سے جیتنے کی پوزیشن میں ہو۔ دل کو تسکین ہوئی اور کچھ ڈھارس بندھی۔ نمازِ جمعہ دفتر احرار میں ہی ادا کی گئی۔ جناب سید محمد یونس بخاری نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ چار بجے سہ پہر سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام جناب پروفیسر خالد شبیر احمد نے تقریر فرمائی۔ ان کے خطاب کی ایک خوبی یہ تھی کہ انہوں نے اپنی تقریر میں چھوٹے بچوں کی دلچسپی بھی برقرار رکھی اور میرے خیال میں یہ ان کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ مغرب کے بعد ڈاکٹر شاہد کاشمیری صاحب نے انتہائی دلنشیں انداز میں دسترخوان کے آداب بتائے۔ رات کو ہم تقریباً ۱۲ بجے سوئے۔

اگلے دن کی تقریب کا آغاز صبح نو بجے ہوا۔ جناب سید محمد کفیل بخاری نے افتتاحی اجلاس سے خطاب کیا۔ اور پھر سٹیج، راقم کے حوالے کر دیا گیا مجلس حسنِ قرأت کا آغاز ہوا اور اس مقابلے میں جن شُبّان نے شرکت کی' ان کی تلاوت نے ماحول میں ایک خاص روحانی کیف پیدا کر دیا۔ خاص طور پر جناب عطاء المحسن، جناب عمر حیات، اور جناب بلال معاویہ کی تلاوت پسند کی گئی۔ جناب قاری محمد یوسف احرار، جناب قاری عبدالرحیم فاروقی اور سید محمد یونس بخاری اس تقریب کے منصفین تھے۔ اس کے بعد حمد و نعت کا مقابلہ ہوا۔ اس میں جناب میاں محمد اویس، سید محمد یونس بخاری اور عبدالکریم قمر منصفین تھے۔ آخر میں جناب میاں محمد اویس نے حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی نعت سنا کر مقابلہ کو ایک نئی توانائی اور عروج بخشا نیز انہوں نے ترانۂ احرار بھی سنایا۔ حاصل پور سے مجلس احرار اسلام کے بزرگ کارکن جناب ابوسفیان تائب نے خصوصی طور پر شُبّانِ احرار کے لیے ترانہ لکھا۔ جسے مدرسہ ختم نبوت چناب نگر اور ملتان کے شُبّان نے کانفرنس میں دو مرتبہ سنایا۔ اس ترانہ نے شُبّان کے حوصلے بلند کیے اور کانفرنس میں ایک نئی روح ڈال دی۔ مقابلہ حمد و نعت کے بعد دو گھنٹے کا وقفہ دیا گیا۔ جس کے بعد مضامین کا مقابلہ ہوا۔ نمازِ مغرب کے بعد تقریری مقابلے کا آغاز کیا گیا۔ پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد یونس بخاری اور جناب عبدالکریم قمر منصفین تھے۔ ایک چیز جو بہت نمایاں تھی وہ یہ کہ دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے طالب علموں میں سے ایک نے عربی اور دوسرے نے انگریزی میں تقریر کی اور ان کا ترجمہ کیا۔ یہ انداز بہت پسند کیا گیا اور اُن کے اساتذہ خصوصاً محترم قاری محمد قاسم صاحب کی محنت کو خوب سراہا گیا۔ تقریری مقابلے کا اختتام قریباً ساڑھے نو بجے ہوا۔ اس کے بعد قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کا خطاب ہوا۔ حضرت نے اپنے مخصوص انداز میں اس قدر خوبصورت اور عام فہم تقریر کی کہ بس مزہ ہی آ گیا۔ حضرت کی تقریر کے فوراً بعد محترم سید محمد کفیل بخاری نتائج کی تفصیل اور انعامات کے ساتھ سٹیج پر تشریف لائے۔ جنہیں دیکھ کر طلبا میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے ساتھ ہی محترم سید محمد کفیل بخاری نے نتائج کا اعلان کیا اور حضرت پیر جی نے انعامات تقسیم کیے۔ یہ اس کانفرنس کا سب سے دلچسپ مرحلہ تھا۔

حسن قرأت کے مقابلہ میں اوّل انعام جناب قاری عطاء المحسن (لاہور) نے حاصل کیا۔ دوم انعام کے مستحق جناب حافظ فضل الرحمٰن (جلال پور پیروالا' ضلع ملتان) قرار پائے۔ سوم انعام مدرسہ معمورہ ملتان کے جناب قاری اخلاق احمد نے لیا۔ اور چہارم انعام کے لیے منصفین کی نظر کرم محمد بلال معاویہ پر جا ٹھہری۔ یہ مدرسہ معمورہ معاویہ نگر' مظفر گڑھ کے سب سے کم عمر طالب علم اور قاری عبدالرزاق ارشد صاحب کے شاگرد ہیں۔ مقابلۂ حمد و نعت، نظم، ترانہ وغیرہ کے نتائج کچھ اس طرح تھے۔ اوّل انعام جناب محمد صدیق (مسجد احرار چناب نگر) دوم انعام مشترکہ طور پر دو ساتھیوں (محمد قاسم، محمد ہاشم مسجد احرار' چناب نگر) کو دیا گیا جنہوں نے مل کر ترانۂ شُبّانِ احرار پڑھا تھا۔ سوم انعام کے مستحق جناب مسعود الحسن (دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی) قرار پائے اور چہارم انعام جناب محمد شوکت (بستی اللہ بخش' مظفر گڑھ) کو ملا۔ اس کے بعد مضامین کے مقابلے کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔ اوّل انعام سید صبیح الحسن ہمدانی (راقم) کو ملا۔ دوم انعام جناب سید عطاء المنان بخاری

(مدرسہ معمورہ، ملتان) اورسوم انعام جناب محمد طیب معاویہ (مدرسہ معمورہ، ملتان) کوملا۔جبکہ چہارم انعام کے لیے جناب محمد توفیق یوسف (جامعہ ربانیہ والٹن لاہور) حق دار ٹھہرے۔

پھر تقریری مقابلے کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔اس میں حسبِ توقع پہلی پوزیشن جناب عبدالوحید (دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی) کوملی۔دوم انعام جناب محمد سلیمان یمنی (مدرسہ معمورہ، ملتان) سوم انعام جناب محمد ارشد (دارالعلوم ختم نبوت سلانوالی، ضلع سرگودھا) اور چہارم انعام جناب حافظ محمد طارق (مسجد احرار چناب نگر) کوملا اور توقعات کے عین مطابق عربی اور انگریزی مقررین اور ان کے مترجمین کوخصوصی انعامات دیئے گئے۔

انعامات کی مجموعی پوزیشن

نام شہر	انعامات
ملتان	۵
چناب نگر	۴
لاہور	۲
چیچہ وطنی	۲
مظفر گڑھ	۲
جلال پور پیروالا	۱

خصوصی انعام جن ساتھیوں کو عطا کیا گیا۔ان کے نام یہ ہیں: جناب محمد وسیم (عربی تقریر) جناب محمد اعظم (اردو ترجمہ) جناب محمد عثمان عاطف (انگریزی تقریر) جناب احسن ذکاء (اردو ترجمہ) ان سب ساتھیوں کا تعلق دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی سے تھا۔۱۰ اگست کی صبح اگلے روز سیکرٹری نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے نہایت خوبصورت اور بہت ہی شگفتہ انداز میں گفتگوفرمائی اور قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کی دعاؤں کے ساتھ یہ خوبصورت اور پروقار کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔اس کے بعد تمام شُبّانِ احرار کو تاریخی مقامات لاہور کی سیر کرائی گئی۔

اس کانفرنس میں خصوصی طور پر ایک بات محسوس کی گئی کہ ملتان کے شُبّان کی تقریروں اور تلاوت میں حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کا انداز غالب تھا۔چناب نگر کے شُبّان حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کے لہجہ کو اپنانے کی کوشش کرر ہے تھے اور چیچہ وطنی کے شُبّان جناب عبداللطیف خالد چیمہ صاحب کے انداز میں بات کرنے کی کوشش کرر ہے تھے۔اللہ تعالیٰ ہم شُبّانِ احرار کو اکابرِ احرار کے نقشِ قدم پر چلائے اور خدمتِ دین کے لیے قبول فرمائے۔(آمین)

☆......☆......☆

انعامی مقابلہ مضمون نویسی

برائے طلبہ وطالبات

اسلامی ادیبوں کی بین الاقوامی تنظیم عالمی رابطہ ادب اسلامی کی پاکستان شاخ طلبہ وطالبات کے درمیان مقابلہ مضمون نویسی منعقد کروا رہی ہے۔

موضوع: والدہ کے حقوق اور احترام

انعامات: ○ پہلا انعام: پانچ ہزار روپے ○ دوسرا انعام: تین ہزار روپے ○ تیسرا انعام: دو ہزار روپے

1۔ سرکاری اور پرائیویٹ سکول کے میٹرک اور دینی مدارس کے ثانویہ عامہ کے طلبہ وطالبات مقابلہ مضمون نویسی میں حصہ لینے کے اہل ہوں گے۔
2۔ مضامین، سکول یا مدرسے کے سربراہ کے توسط سے ان کے سرٹیفکیٹ کے ہمراہ ارسال کرنا ہوں گے۔
3۔ مضامین، طلبہ وطالبات کی اپنی تحریر میں، 1000 سے 1300 الفاظ پر مشتمل ہوں گے۔
4۔ مضامین کی وصولی کی آخری تاریخ 31 اکتوبر 2003ء ہوگی۔ 5۔ مقرر کردہ ججز کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

انعامات، عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام دسمبر 2003ء میں اسلام آباد میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی سیمینار میں دیئے جائیں گے۔

دفتر عالمی رابطہ ادب اسلامی

تعلیمی بلاک، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ۔ لاہور فون: 042-7533292,7552772
Email:rabtaadb@hotmail.com

اسلامی اقدار کا علم بردار، جمعیت علماء اسلام کا ترجمان

ماہنامہ صدائے مفتی محمود پاکستان ملتان

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر محمد عارف خان یکم اکتوبر 2003ء سے عوام کے روبرو

آج ہی رابطہ کریں

ماہنامہ صدائے مفتی محمود پاکستان ملتان

فون: 061-785481
موبائل: 0303-6665734
وحید پلازہ۔ حسن پروانہ روڈ۔ ملتان

قارئین کی خدمت میں ضروری گزارشات!

۱) لکھاری حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نگارشات صاف اور خوش خط تحریر کر کے ہر ماہ کی دس تاریخ تک یا اس سے پہلے ارسال کر دیا کریں تا کہ وقت پر شامل اشاعت کی جا سکیں۔ تحریر کاغذ کے ایک طرف ہونی چاہیے۔

۲) خریدار حضرات سے التماس ہے کہ ہر مہینے کی سات تاریخ تک پرچہ موصول نہ ہونے کی صورت میں ''سرکولیشن منیجر' ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' دارِ بنی ہاشم' مہربان کالونی' ملتان'' سے رابطہ کریں۔

۳) ''نقیب ختم نبوت'' پر آپ کی رائے مطلوب ہے۔ آپ نے اسے کیسا پایا؟ اس میں مزید کن موضوعات کا اضافہ ممکن ہے؟ آپ کے مشورے، پرچہ کی ترتیب و تشکیل اور تزئین میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

۴) درج ذیل دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے' ازراہِ مہربانی مبلغ: ۱۵۰ روپے ''مدیر' ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' دارِ بنی ہاشم' مہربان کالونی' ملتان'' کے نام ارسال فرمائیں۔

''وقت کی فصیل''

''کہانی میری اور میں کہانی کا ہوں''

منفرد افسانہ نگار محمد حامد سراج

کے انیس اچھوتے افسانوں کا مجموعہ

زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آ گیا ہے

O خوبصورت پرنٹنگ O دیدہ زیب چہار رنگا ٹائٹل

O ضخامت: 176 صفحات O قیمت: 150 روپے

رابطہ: محمد حامد سراج

ڈاک خانہ چشمہ بیراج

خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی (42030)

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

☆ قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد بستی باگڑ سرگانہ ضلع خانیوال میں مجلس احرار اسلام کا جلسہ تھا اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اپنے ارادت مندوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ایک شخص آپ سے ملاقات کرنے کے لیے آیا اور جیب سے تسبیح نکال کر ''اللہ،اللہ'' پکارتا ہوا مصافحے کے لیے آگے بڑھا۔شاہ جیؒ نے اُس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ایک بزرگ حافظ محمد حسین مرحوم بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔شاہ جیؒ نے اُن کی تھیلی سے ایک لمبی تسبیح نکالنی شروع کی۔تسبیح نکالتے جاتے اور اس شخص کی ریاکاری پر طنز کرتے ہوئے' یہ شعر پڑھتے جاتے:

لوکاں دیاں جپالیاں تے بابے دا جپال
ساری عمراں تسبیح ماری ' ہک نہ پٹیا وال
چینا انج چھڑیندا یار' چینا انج چھڑیندا یار

(روایت: عبدالستار نجم ابوالخیری۔جھنگ)

☆ خاندانِ مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو جب تختِ شاہی سے اتار کر لے جانے لگے تو وہ در و دیوار کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے جاتے تھے۔محل سے نکلتے وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا۔ ؎

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا
اس کی بلا سے بُوم رہے یا ہُما رہے

☆ مجید لاہوری بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں چینی کی قلت تھی۔ میں کراچی میں زیرِ علاج تھا۔انہی دنوں مجھے شوگر بھی آتی تھی۔اس دوران' اتفاق سے حاجی لق لق کراچی وارد ہوئے۔جب وہ لاہور واپس گئے تو انہوں نے ''زمیندار'' کے فکاہیہ کالم میں لکھا:

بخت ور ہے مجیدؔ لاہوری
جس کو گھر بیٹھے شوگر آتی ہے

☆ جناب عرش صدیقی کے آخری دنوں کی بات ہے۔کینسر کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا۔صاحبِ فراش تھے۔ایک دن بیگم نماز پڑھنے کے بعد آئیں اور چارپائی کا چکر لگانا شروع کر دیا۔کچھ پڑھتی جاتیں اور عرش صاحب کو پھونکیں مارتی جاتیں کہ جناب عرش نے' بیگم صاحبہ کو خطاب کرتے ہوئے برجستہ کہا:

''پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا''

(روایت: جناب جاوید اختر بھٹی)

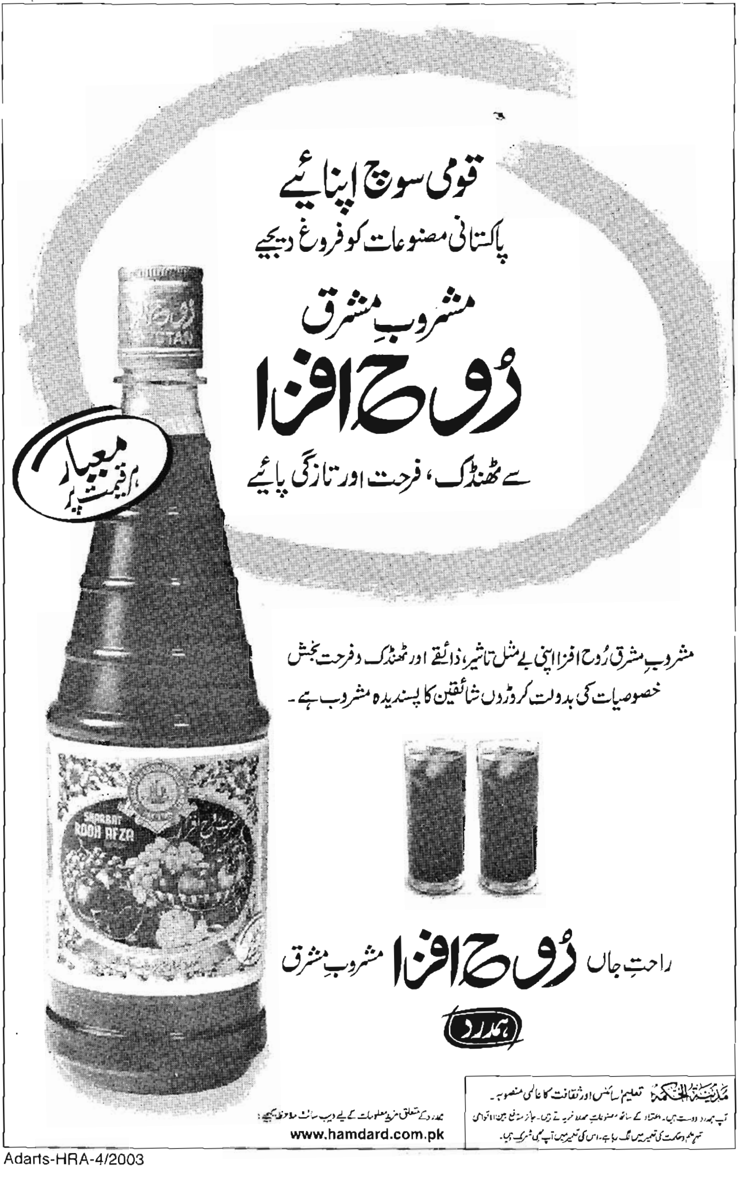

Adarts-HRA-4/2003

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء

بانی ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ ملتان

توسیع کیلئے قطعہ اراضی کی خرید جس کا تخمینہ 25 لاکھ روپے ہے - احباب و متعلقین فوری توجہ فرمائیں اور آئندہ 3 یا 4 ماہ میں اس منصوبہ کو مکمل فرمائیں

بذریعہ بینک، چیک یا ڈرافٹ بنام مدرسہ معمورہ ملتان
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017، یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

٭ الحمد للہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیر تعلیم ہیں ٭ 7 اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ٭ 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں ٭ طالبات کیلئے جامعہ بستان عائشہ قائم ہے جس میں حفظ قرآن کریم اور دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے ٭ مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم "وفاق المدارس الاحرار" سے ملحق ہے ٭ ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس وفاق المدارس الاحرار کے زیر انتظام چل رہے ہیں- ٭ 15 مدارس کے اخراجات وفاق کے ذمہ ہیں ٭ مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستان عائشہ کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے بھی الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جا رہی ہے-

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم مدرسہ معمورہ

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎ 061-511961